جماعت احمدیہ امریکہ کا علمی، ادبی، تعلیمی اور تربیتی مجلّہ

لِّيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ

القرآن الحکیم ۶۵:۱۲

تبلیغ ۱۳۸۴ھش
فروری ۲۰۰۵ء

مصلح موعود نمبر

اک وقت آئے گا کہ کہیں گے تمام لوگ
مِلّت کے اس فدائی پہ رحمت خدا کرے
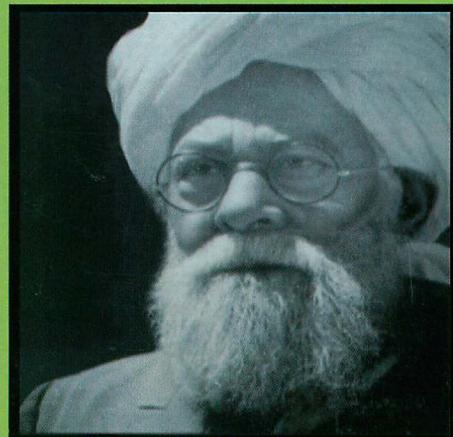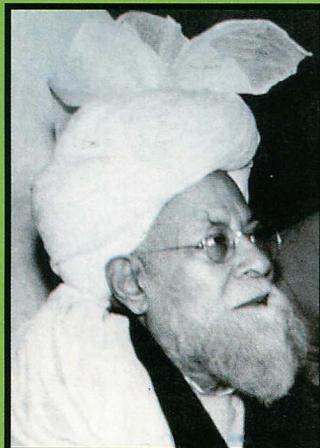
المصلح الموعود
حضرت مِرزا بشیرالدین محمود احمد
خلیفۃ المسیح الثانی رضؓ
'جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا'

امریکہ کے مغربی ساحل کی جماعتوں کے جلسہ سالانہ ۲۰۰۴ء کے چند مناظر

لِیُخْرِجَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ
(القرآن65:12)

النــــور

فروری 2005
جماعت احمدیہ امریکہ کا علمی، تعلیمی، تربیتی اور ادبی مجلّہ

"والفضل ینزل بنزولہ وھو نورو مبارک وطیب ومن المطھرین"
(آئینہ کمالاتِ اسلام التبلیغ ص577)
اور فضل اُسکے آنے کے ساتھ آئے گا اور وہ نور ہے اور مبارک اور پاک بازوں میں سے ہے۔

فہرس

لکھنے کا پتہ :
Editors Ahmadiyya Gazette
15000 Good Hope Road
Silver Spring, MD 20905
karimzirvi@yahoo.com

قرآنِ کریم

عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا ۝

اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ یَسْلُکُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا ۝

(الجن:27-28)

ترجمہ: وہ غیب کا جاننے والا ہے پس وہ کسی کو اپنے غیب پر غلبہ عطا نہیں کرتا۔ بجز اپنے برگزیدہ رسول کے۔ پس یقیناً وہ اس کے آگے اور اُس کے پیچھے حفاظت کرتے ہوئے چلتا ہے۔

تفسیر: ''ہر ایک مومن پر غیبِ کامل کے امور ظاہر نہیں کئے جاتے بلکہ محض ان بندوں پر جو اصطفاء اور اجتباء کا مرتبہ رکھتے ہیں ظاہر ہوتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ ایک جگہ قرآن شریف میں فرماتا ہے لَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا ۝ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ یعنی اللہ اپنے غیب پر کسی کو غالب ہونے نہیں دیتا مگر ان لوگوں کو جو اس کے رسول اور اس کی درگاہ کے پسندیدہ ہوں۔'' (براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ67)

''احادیثِ نبویہ میں یہ پیشگوئی کی گئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے ایک شخص پیدا ہوگا جو عیسیٰ اور ابن مریم کہلائے گا اور نبی کے نام سے موسوم کیا جائے گا یعنی اس کثرت سے مکالمہ اور مخاطبہ کا شرف اس کو حاصل ہوگا اور اس کثرت سے امورِ غیبیہ اس پر ظاہر ہونگے کہ بجز نبی کے کسی پر ظاہر نہیں ہو سکتے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا ۝ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ یعنی خدا اپنے غیب پر کسی کو پوری قدرت اور غلبہ نہیں بخشتا جو کثرت اور صفائی سے حاصل ہو سکتا ہے بجز اس شخص کے جو اس کا برگزیدہ رسول ہو اور یہ بات ایک ثابت شدہ امر ہے کہ جس قدر خدا تعالیٰ نے مجھ سے مکالمہ و مخاطبہ کیا ہے اور جس قدر امور غیبیہ مجھ پر ظاہر فرمائے ہیں تیرہ سو برس ہجری میں کسی شخص کو آج تک بجز میرے یہ نعمت عطا نہیں کی گئی۔ اگر کوئی منکر ہو تو بارِ ثبوت اس کی گردن پر ہے۔'' (حقیقۃ الوحی ص 390-391)

(تفسیر بیان فرمودہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام، جلد چہارم ص475)

حدیث

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَمْرٍو ؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: یَنْزِلُ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ اِلَی الْاَرْضِ فَیَتَزَوَّجُ وَیُوْلَدُ لَهٗ وَیَمْکُثُ خَمْسًا وَّاَرْبَعِیْنَ سَنَةً ثُمَّ یَمُوْتُ فَیُدْفَنُ مَعِیَ فِیْ قَبْرِیْ فَاَقُوْمُ اَنَا وَعِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ فِیْ قَبْرٍ وَاحِدٍ بَیْنَ اَبِیْ بَکْرٍ وَّعُمَرَ۔

(مشکوۃ باب نزول عیسیٰ صفحہ480)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمروؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا مسیح جب نزول فرما ہوں گے تو شادی کریں گے' ان کی بشارتوں کی حامل اولاد ہوگی' (دعویٰ ماموریت کے بعد) 45 سال کے قریب رہیں گے پھر فوت ہوں گے اور میرے ساتھ میری قبر میں دفن ہوں گے۔ پس میں اور مسیح' ابوبکرؓ اور عمرؓ کے درمیان ایک قبر سے اٹھیں گے (یعنی روحانیت اور مقصد بعثت کے لحاظ سے ہم چاروں کا وجود متحد الصفات اور ایک ہوگا۔)

ارشادات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

اے فخرِ رُسل قُرب تو معلومم شد
دیر آمدۂ زراہِ دُور آمدۂ

''خدائے عزّ وجلّ نے جیسا کہ اشتہار دہم جولائی 1888 اور اشتہار یکم دسمبر 1888 میں مندرج ہے اپنے لطف و کرم سے وعدہ دیا تھا کہ بشیر اوّل کی وفات کے بعد ایک دُوسرا بشیر دیا جائے گا جس کا نام محمود بھی ہوگا اور اس عاجز کو مخاطب کر کے فرمایا تھا کہ وہ اولوالعزم ہوگا۔ اور حسن و احسان میں تیرا نظیر ہوگا۔ وہ قادر ہے جس طور سے چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ سو آج 12 رجنوری 1889 میں مطابق 9 رجمادی الاوّل 1306ھ روز شنبہ میں اس عاجز کے گھر میں بفضلہ تعالیٰ ایک لڑکا پیدا ہو گیا ہے جس کا نام بالفعل محض تفاؤل کے طور پر بشیر اور محمود بھی رکھا گیا ہے۔ اور کامل انکشاف کے بعد پھر اطلاع دی جائے گی۔ مگر ابھی تک مجھ پر یہ نہیں کھلا کہ یہی لڑکا مصلح موعود اور عمر پانے والا ہے یا وہ کوئی اور ہے۔ لیکن میں جانتا ہوں اور محکم یقین سے جانتا ہوں کہ خُدا تعالیٰ اپنے وعدہ کے موافق مجھ سے معاملہ کرے گا۔ اور اگر ابھی اس موعود لڑکے کے پیدا ہونے کا وقت نہیں آیا تو دوسرے وقت میں وہ ظہور پذیر ہوگا۔ اور اگر مدّتِ مقررہ سے ایک دن بھی باقی رہ جائے گا۔ تو خدائے عزّ وجلّ اُس دن کو ختم نہیں کرے گا جب تک اپنے وعدہ کو پورا نہ کرلے۔ مجھے ایک خواب میں اس مصلح موعود کی نسبت زبان پر جاری ہوا تھا ؎

اے فخرِ رُسل قُرب تو معلومم شد دیر آمدۂ زراہِ دُور آمدۂ

پس اگر حضرت باری جل شانہٗ کے ارادہ میں دیر سے مراد اسی قدر دیر ہے جو اس پسر کے پیدا ہونے میں جس کا نام بطور تفاؤل بشیر الدین محمود رکھا گیا ہے ظہور میں آئی تو تعجب نہیں کہ یہی لڑکا موعود لڑکا ہو۔ ورنہ بفضلہ تعالیٰ دوسرے وقت پر آئے گا۔ اور ہمارے بعض حاسدین کو یاد رکھنا چاہئے کہ ہماری کوئی ذاتی غرض اولاد کے متعلق نہیں اور نہ کوئی نفسانی راحت ان کی زندگی سے وابستہ ہے پس یہ ان کی بڑی غلطی ہے۔۔۔ انہیں یقیناً یاد رکھنا چاہیے کہ اگر ہماری اتنی اولاد ہو جس قدر درختوں کے تمام دنیا میں پتے ہیں اور وہ سب فوت ہو جائیں تو ان کا مرنا ہماری سچی اور حقیقی لذّت اور راحت میں کچھ دخل انداز نہیں ہو سکتا۔ مُمیت کی محبت میّت کی محبت سے اسقدر ہمارے دل پر زیادہ تر غالب ہے کہ اگر وہ محبوبِ حقیقی خوش ہو تو ہم خلیل اللہ کی طرح اپنے کسی پیارے بیٹے کو بدستِ خود ذبح کرنے کو تیار ہیں کیونکہ واقعی طور بجز اس ایک کے ہمارا کوئی پیارا نہیں۔ جل شانہ و عز اسمہ۔ فالحمدللّٰہ علیٰ احسانہ۔ منہٗ

(اشتہار تکمیل تبلیغ مطابق 12/ جنوری 1889 تبلیغ رسالت جلد اوّل ص 147-149 حاشیہ و مجموعہ اشتہارات جلد اول ص 191-192)

کلام امام الزمان
حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

خدایا تیرے فضلوں کو کروں یاد بشارت تُو نے دی اور پھر یہ اولاد
کہا ہرگز نہیں ہوں گے یہ برباد بڑھیں گے جیسے باغوں میں ہوں شمشاد

خبر مجھ کو یہ تو نے بارہا دی
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِیْ

بشارت دی کہ اک بیٹا ہے تیرا جو ہوگا ایک دن محبوب میرا
کروں گا دُور اس مَہْ سے اندھیرا دکھاؤں گا کہ اک عالم کو پھیرا

بشارت کیا ہے اک دل کو غذا دی
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِیْ

میری ہر بات کو تُو نے جلا دی مری ہر روک بھی تُو نے اٹھا دی
میری ہر پیشگوئی خود بنادی تری نَسْلاً بَعِیْدًا بھی دکھا دی

جو دی ہے مجھ کو وہ کس کو عطا دی
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِیْ

تیری نعمت کی کچھ قلت نہیں ہے تہی اس سے کوئی ساعت نہیں ہے
شمارِ فضل اور رحمت نہیں ہے مجھے اب شُکر کی طاقت نہیں ہے

یہ کیا احساں تیرے ہیں میرے ہادی
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِیْ

پیشگوئی مصلح موعود

''۔۔۔اس کے ساتھ فضل ہے جو اُسکے آنے کے ساتھ آئے گا وہ صاحبِ شکوہ اور عظمت اور دَولت ہوگا۔ وہ دُنیا میں آئیگا اور اپنے مسیحی نفس اور رُوح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کریگا۔ وہ کلمۃ اللہ ہے۔ کیونکہ خدا کی رحمت وغیّوری نے اُسے کلمۂ تمجید سے بھیجا ہے وہ سخت ذہین وفہیم ہوگا۔ اور دل کا حلیم۔ اور علومِ ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائیگا۔ اور وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا (اسکے معنے سمجھ میں نہیں آئے) دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ۔ فرزندِ دلبند گرامی ارجمند۔

مَظْھَرُ الْاَوَّلِ وَالْاٰخِرِ۔ مَظْھَرُ الْحَقِّ وَالْعَلَآءِ

کَاَنَّ اللّٰہَ نَزَلَ مِنَ السَّمَآءِ۔

جس کا نزول بہت مبارک اور جلالِ الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا۔ نور آتا ہے نور۔ جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسُوح کیا۔ ہم اس میں نئی رُوح ڈالیں گے۔ اور خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا۔ وہ جلد جلد بڑھے گا۔ اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا۔ اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا۔ اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔ تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اُٹھایا جائیگا۔ وَکَانَ اَمْرًا مَّقْضِیًّا۔''

(اشتہار 20/ فروری 1886 مندرجہ تبلیغ رسالت جلد اوّل)

پسرِ موعود کی پیشگوئی اور اس کی تاریخی اہمیت

1886 کا سال تاریخ احمدیت میں نہایت امتیازی اہمیت کا حامل ہے کیونکہ اس میں:

''حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دین اسلام کے شرف اور آنحضرت ﷺ کی صداقت وعظمت کے اظہار کے لئے ایک ''پسرِ موعود'' کی عظیم الشان خبر دی گئی۔ گو یہ پیشگوئی اپنی پوری تفصیلات کے اعتبار سے پہلی دفعہ حضرت مسیح موعودؑ پر منکشف ہوئی مگر اپنی اصولی شکل میں وہ ہزاروں برس سے موجود تھی۔ چنانچہ مذہبی تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتداءً بنی اسرائیل کے سامنے یہ منادی کی گئی تھی کہ مسیح موعود کے انتقال کے بعد اس کا فرزند اور پوتا اس کی آسمانی بادشاہت کا وارث ہوگا۔ بعد ازاں جب نعمت نبوت بنی اسمٰعیل کی طرف منتقل ہوئی تو پیغمبر دو عالم ﷺ نے مسیح موعود کے متعلق یہ خبر دی

''یَتَزَوَّجُ وَ یُوْلَدُ لَہٗ''

یعنی وہ شادی کرے گا اور اس کی اولاد ہوگی۔ اب صاف ظاہر ہے کہ محض شادی اور اولاد کا وجود تو کسی مامور الٰہی کی سچائی پر برہان نہیں بن سکتا۔ جب تک وہ اپنے اندر بھاری نشان نہ رکھتے ہوں۔ پس بے شبہ مخبر صادق کا مقصود یہ تھا کہ مسیح موعود ایک موعود شادی کرے گا جو ایک زبردست آیت اللہ ہوگی جس کے نتیجے میں اسے ایک بلند مقام رکھنے والا صالح فرزند عطا کیا جائے گا جو اس کے روحانی کمالات کا نظیر و مثیل ہوگا اور جانشین بھی وہ ہر امر میں اس کا مطیع ہوگا۔ اس کا شمار درگاہ الٰہی کے معزز بندوں میں ہوگا اور وہ دین اسلام کی حمایت کرے گا۔

اب چونکہ اس موعود کے ظہور کا زمانہ قریب آرہا تھا اس لئے خدا تعالیٰ کی طرف سے اسلام کے مختلف باکمال بزرگوں کو بھی اطلاع دے دی گئی۔ چنانچہ روم میں مولوی جلال الدینؒ (1207-1273)۔ ہندوستان میں حضرت نعمت اللہ ولی ہانسوی 1165 اور شام میں حضرت محی الدین ابن عربی (1164-1240) نے کشفی آنکھ سے اس موعود کو دیکھا اور اپنے اپنے زمانہ میں اس کی خبر دیتے رہے بلکہ پانچویں صدی ہجری کے شامی بزرگ حضرت امام یحیٰی بن عقبؒ نے تو کھلے لفظوں میں پیشگوئی فرمائی کہ

وَمَحْمُوْدٌ سَیَظْھَرُ بَعْدَ ھٰذَا وَیَمْلِکُ الشَّامَ بِلَا قِتَالِ

یعنی مسیح موعودؑ اور ایک عربی النسل انسان کے بعد **محمود** ظاہر ہوگا جو ملک شام کو کسی (مادی) جنگ کے بغیر فتح کرے گا۔ بعض آئمہ شیعہ کو بھی بتایا گیا کہ ایک آنے والے موعود کا اسم گرامی ''محمود'' ہوگا۔''

(تاریخ احمدیت جلد اوّل ص 273-274)

1888ء کے متفرق الہامات

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی خدا تعالیٰ نے بارہا کشفاً یہ بتلا دیا تھا کہ ان کے ہاں ایک موعود بیٹا پیدا ہوگا اور آپؑ کی متعدد پیشگوئیوں کا مصداق ہوگا۔ آپؑ خدا سے خبر پانے کے بعد مختلف اوقات میں اشتہارات اور اپنی کتب میں اس خوش کن پیشگوئی کا اعلان فرماتے رہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

''شاید چار ماہ کا عرصہ ہوا کہ اس عاجز پر ظاہر کیا گیا تھا کہ ایک فرزند قوی الطاقتین کامل الظاہر والباطن تم کو عطا کیا جائے گا۔ سو اُس کا نام بشیر ہوگا۔ اب تک میرا قیاسی طور پر خیال تھا کہ شاید وہ فرزند مبارک اسی اہلیہ سے ہوگا۔ اب زیادہ تر الہام اس بات میں ہو رہے ہیں کہ عنقریب ایک اور نکاح تمہیں کرنا پڑے گا۔ اور جناب الٰہی میں یہ بات قرار پاچکی ہے کہ ایک پارسا طبع اور نیک سیرت اہلیہ تمہیں عطا ہوگی۔ وہ صاحبِ اولاد ہوگی۔ اس میں تعجب کی بات یہ ہے کہ جب الہام ہوا تو ایک کشفی عالم میں چار پھل مجھ کو دئے گئے تین ان میں سے تو آم کے تھے۔ مگر ایک پھل سبز رنگ بہت بڑا تھا۔ وہ اس جہان کے پھلوں سے مشابہ نہیں تھا۔ اگرچہ ابھی یہ الہامی بات نہیں مگر میرے دل میں یہ پڑا ہے کہ وہ پھل جو اس جہان کے پھلوں میں سے نہیں ہے وہی مبارک لڑکا ہے کیونکہ کچھ شک نہیں کہ پھلوں سے مراد اولاد ہے۔ اور جبکہ ایک پارسا طبع اہلیہ کی بشارت دی گئی۔ اور ساتھ ہی کشفی طور پر چار پھل دئے گئے جن میں سے ایک پھل الگ وضع کا ہے تو یہی سمجھا جاتا ہے۔ واللہ عالم بالصواب۔''

(از مکتوب مورخہ 8/جون 1886ء مکتوبات احمدیہ پنجم نمبر 2 صفحہ 6)

''۔۔۔اس کے ساتھ فضل ہے جو اُسکے آنے کے ساتھ آئے گا وہ صاحبِ شکوہ اور عظمت اور دولت ہوگا۔ وہ دُنیا میں آئیگا اور اپنے مسیحی نفس اور رُوح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کریگا۔ وہ کلمۃ اللہ ہے۔ کیونکہ خدا کی رحمت و غیوری نے اُسے کلمۂ تمجید سے بھیجا ہے وہ سخت ذہین و فہیم ہوگا۔ اور دل کا حلیم۔ اور علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائیگا۔ اور وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا (اسکے معنے سمجھ میں نہیں آئے) دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ۔ فرزند دلبند گرامی ارجمند۔

مَظْهَرُ الْاَوَّلِ وَالْاٰخِرِ. مَظْهَرُ الْحَقِّ وَالْعَلَآءِ
كَاَنَّ اللّٰهَ نَزَلَ مِنَ السَّمَآءِ.

جس کا نزول بہت مبارک اور جلالِ الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا۔ نور آتا ہے نور۔ جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا۔ ہم اس میں اپنی رُوح ڈالیں گے۔ اور خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا۔ وہ جلد جلد بڑھے گا۔ اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا۔ اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا۔ اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔ تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اُٹھایا جائیگا۔ وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا.''

(اشتہار 20/فروری 1886 مندرجہ تبلیغ رسالت جلد اوّل)

''بذریعہ الہام صاف طور پر کھل گیا ہے کہ۔۔۔ مصلح موعود کے حق میں جو پیشگوئی ہے وُہ اس عبارت سے شروع ہوتی ہے کہ اُس کے ساتھ فضل ہے کہ جو اُس کے آنے کے ساتھ آئے گا۔ پس مصلح موعود کا نام الہامی عبارت میں فضل رکھا گیا۔''

(سبز اشتہار ص 21 حاشیہ۔ تبلیغ رسالت جلد اوّل ص 141)

اس الہامی فقرہ کے مطابق مصلح موعود کی پیدائش سے پہلے 7/اگست 1887 کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے گھر میں ایک لڑکا پیدا ہوا۔ جو چند روزہ زندگی گزار کر نومبر 1887 میں اس دنیا کو چھوڑ گیا اور اپنے خدا سے جاملا۔ اور اس پیشگوئی کے اس فقرہ کے مطابق کہ اس کے ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا۔ اس کے بعد وہ لڑکا پیدا ہوا جس کا نام اس پیشگوئی میں فضل رکھا گیا تھا اور جس کا دوسرا نام الہام الٰہی نے محمود اور تیسرا نام بشیر ثانی بتایا تھا۔ اور جس کا ایک نام فضل عمر ظاہر کیا گیا تھا۔ آپ کی پیدائش 12/جنوری 1889 کو ہوئی۔ اور 14/مارچ 1914 کو اللہ تعالیٰ نے آپ کو منصبِ خلافت سے سرفراز فرمایا۔ الحمد للّٰہ علیٰ ذالك۔

رسالہ التبلیغ ملحقہ کتاب آئینہ کمالات اسلام میں مصلح موعود کے متعلق مزید اوصاف کا ذکر ہے۔

" والفضل ينزل بنزوله و هو نور و مبارك و طيب و من المطهرين. يُفشي البركات و يغذي الخلق من الطيبات و ينصر الدين ... و انه اية من اياتي و علمٌ لتا ئيد اتي ليعلم الذين كذبوا اني معك بفضلي المبين... وهو فهيمم و ذهين و حسين. قد ملئي قلبه علمًا. و باطنه حلمًا و صدره سلمًا. و اعطى له نفس مسيحي و بورك بالروح الامين. يوم الاثنين فواهًا لك يا يوم الاثنين ياتي فيك ارواح المباركين."

(آئینہ کمالاتِ اسلام (التبلیغ) صفحہ 577-578)

ترجمہ: اور فضل اس کے آنے کے ساتھ آئے گا اور وہ نور ہے اور مبارک اور پاک اور پاکبازوں میں سے ہے برکتیں پھیلائیگا اور مخلوق کو پاکیزہ غذائیں دے گا اور دین کا مددگار ہوگا۔۔۔ اور وہ میرے نشانوں میں سے ایک نشان اور میری تائیدوں کا علم ہوگا۔ تا وہ لوگ جو جھٹلاتے ہیں جان لیں کہ میں اپنے کھلے فضل سے تیرے ساتھ ہوں۔۔۔ اور وہ فہیم اور ذہین اور حسین ہوگا۔ اس کا دل علم سے اور باطن حلم سے اور سینہ سلامتی سے بھرپور ہوگا۔ اور اسے مسیحی نفس عطا کیا گیا۔ اور روح امین سے برکت دیا گیا ہوگا۔ دوشنبہ اے مبارک دوشنبہ تجھ میں مبارک روحیں آئیں گی۔

(نوٹ حاشیہ، تذکرہ ص 138-139)

''یہ صرف پیش گوئی ہی نہیں بلکہ ایک عظیم الشان نشان آسمانی ہے جس کو خدائے کریم جلّشانہٗ نے ہمارے نبی کریم رؤف و رحیم محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی صداقت و عظمت ظاہر کرنے کے لئے ظاہر فرمایا ہے اور درحقیقت یہ نشان ایک مُردہ کے زندہ کرنے سے صدہا درجہ اولیٰ و اکمل و افضل و اَتم ہے۔ کیونکہ مُردہ کے زندہ کرنے کی حقیقت یہی ہے کہ جناب الٰہی میں دُعا کر کے ایک رُوح واپس منگوایا جاوے۔۔۔ جس کے ثبوت میں معترضین کو بہت سی کلام ہے۔۔۔ مگر اس جگہ بفضلہ تعالیٰ و احسانہٖ و بہ برکت حضرت خاتم الانبیاء صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خداوند کریم نے اس عاجز کی دُعا کو قبول کر کے ایسی بابرکت رُوح بھیجنے کا وعدہ فرمایا۔ جس کی ظاہری و باطنی برکتیں تمام زمین پر پھیلیں گی۔ سو اگرچہ بظاہر یہ نشان احیاءِ موتٰی کے برابر معلوم ہوتا ہے۔ مگر غور کرنے سے معلوم ہوگا۔ کہ یہ نشان مُردوں کے زندہ کرنے سے صدہا درجہ بہتر ہے۔ مُردوں کی بھی رُوح ہی دُعا سے واپس آتی ہے۔

اور اس جگہ بھی دُعا سے ایک روح ہی منگائی گئی ہے۔ مگر ان رُوحوں اور اس رُوح میں لاکھوں کوسوں کا فرق ہے۔"

(اشتہار 22/ مارچ 1886 روز دو شنبہ)

"اس عاجز کے اشتہار مورخہ 20/فروری 1886۔۔۔میں ایک پیشگوئی دربارہ تولّد ایک فرزند صالح ہے۔ جو بصفات مندرجہ اشتہار پیدا ہوگا۔۔۔ایسا لڑکا بموجب وعدہ الٰہی نو برس کے عرصہ تک ضرور پیدا ہوگا۔ خواہ جلد ہو، خواہ دیر سے۔ بہر حال اس عرصہ کے اندر پیدا ہو جائے گا۔"

(اشتہار 22/ مارچ 1886۔ تبلیغ رسالت جلد اوّل)

"جن صفاتِ خاصہ کے ساتھ لڑکے کی بشارت دی گئی ہے کسی لمبی میعاد سے گو نو برس سے بھی دو چند ہوتی اُس کی عظمت و شان میں کچھ فرق نہیں آسکتا۔ بلکہ صریح دلی انصاف ہر یک انسان کا شہادت دیتا ہے کہ ایسی عالی درجہ کی خبر جو ایسے نامی اور اخص آدمی کے تولّد پر مشتمل ہے۔ انسانی طاقتوں سے بالاتر ہے۔ اور دُعا کی قبولیت ہو کر ایسی خبر کا ملنا بے شک یہ بڑا بھاری آسمانی نشان ہے۔ نہ یہ کہ صرف پیشگوئی ہے۔"

(اشتہار 8/ اپریل 1886 تبلیغ رسالت جلد اول صفحہ 75-76)

"وہ۔۔۔خدا تعالیٰ کے وعدہ کے موافق اپنی میعاد کے اندر ضرور پیدا ہوگا۔ زمین و آسمان ٹل سکتے ہیں پر اُس کے وعدوں کا ٹلنا ممکن نہیں"

(سبز اشتہار مورخہ یکم دسمبر 1886 صفحہ 7 حاشیہ تبلیغ رسالت جلد اوّل صفحہ 127)

"میں جانتا ہوں اور محکم یقین سے جانتا ہوں کہ خدا تعالیٰ اپنے وعدہ کے موافق مجھ سے معاملہ کرے گا۔ اور اگر ابھی اس موعود لڑکے کے پیدا ہونے کا وقت نہیں آیا۔ تو دوسرے وقت میں ظہور پذیر ہوگا۔ اور اگر مدت مقررہ سے ایک دن بھی باقی رہ جائے گا تو خدائے عزّ وجل اُس دن کو ختم نہیں کرے گا جب تک اپنے وعدہ کو پورا نہ کرلے۔"

(اشتہار تکمیل تبلیغ مورخہ 12/ جنوری 1889 تبلیغ رسالت جلد اول صفحہ 148 حاشیہ)

"سب ضرورتوں کو خدا تعالیٰ نے پورا کر دیا تھا۔ اولاد بھی عطا کی۔ اور اُن میں سے وہ لڑکا بھی جو دین کا چراغ ہوگا۔ بلکہ ایک اَور لڑکا ہونے کا قریب مدّت تک وعدہ دیا جس کا نام

محمود احمدؐ

ہوگا اور اپنے کاموں میں اولوالعزم نکلے گا۔"

(اشتہار 15/ جولائی 1888 تتمہ اشتہار دہم جولائی 1888)

یعنی بشیر اولؓ جو 7/ اگست 1888 کو پیدا ہوا۔ اور 4/ نومبر 1888 کو فوت ہو گیا اور اس کے متعلق جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے

"دین کا چراغ"

لکھا ہے۔ یہ اُس زمانہ سے تعلق رکھتا ہے جبکہ ابھی آپ پر یہ بات نہیں کھلی تھی کہ 20/ فروری 1886 والے الہام میں دراصل دو لڑکوں کی خبر دی گئی تھی۔ ایک وہ لڑکا جو مہمان کے طور پر آنے والا تھا اور اس نے دوسرے لڑکے کے لئے بطور ارہاص کے ہونا تھا۔ اور دوسرا وہ جو عمر پانے والا تھا اور بشیر اوّل کے لئے دین کے چراغ کا لفظ اُس کی ذاتی استعدادات کی بناء پر استعمال کیا گیا۔ جیسا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم اپنے صاحبزادے ابراہیم کے متعلق فرماتے ہیں۔ لَوْعَاشَ اِبْرٰهِیْمُ لَکَانَ صِدِّیْقًا نَّبِیًّا۔ یعنی اگر میرا بیٹا ابراہیم زندہ رہتا تو وہ ایسی استعداد رکھتا تھا کہ نبی ہو جاتا۔۔۔

(حاشیہ نوٹ: تذکرہ ص 162)

"اس موت (یعنی بشیر اول کی وفات) کی تقریب پر بعض مسلمانوں کی نسبت یہ الہام ہوا۔

اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَکُوْٓا اَنْ یَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَھُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ. وَقَالُوْا تَاللّٰہِ تَفْتَؤُا تَذْکُرُ یُوْسُفَ حَتّٰی تَکُوْنَ حَرَضًا اَوْ تَکُوْنَ مِنَ الْھَالِکِیْنَ. شَاھَتِ الْوُجُوْہُ فَتَوَلَّ عَنْھُمْ حَتّٰی حِیْنٍ ۔ اِنَّ الصَّابِرِیْنَ یُوَفّٰی لَھُمْ اَجْرُھُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ.

اب خدا تعالیٰ نے ان آیات میں صاف بتلا دیا کہ بشیر کی موت لوگوں کی آزمائش کے لئے ایک ضروری امر تھا۔ اور جو کچے تھے، وہ مصلح موعود کے ملنے سے نااُمید ہو گئے۔ اور انہوں نے کہا کہ تُو اسی طرح اس یوسف کی باتیں ہی کرتا رہیگا یہاں تک کہ قریب مرگ ہو جائے گا۔ یا مر جائے گا۔ سو خدا تعالیٰ نے مجھے فرمادیا کہ ایسوں سے اپنا منہ پھیر لے۔ جب تک وہ وقت پہنچ جائے۔ اور بشیر کی موت پر جو ثابت قدم رہے اُن کے لئے بے اندازہ اجر کا وعدہ ہوا۔ یہ خدا تعالیٰ کے کام ہیں اور کوتہ بینوں کی نظر میں حیرت ناک۔"

(مکتوب 4/ دسمبر 1888)

اِنَّ لِیْ کَانَ اِبْنًا صَغِیْرًا وَّ کَانَ اسْمُہٗ بَشِیْرًا فَتَوَفَّاہُ اللّٰہُ فِیْ اَیَّامِ الرَّضَاعِ. وَاللّٰہُ خَیْرٌ وَّ اَبْقٰی لِلَّذِیْنَ اٰثَرُوْا سُبُلَ التَّقْوٰی وَالْاِرْتِیَاعِ فَاُلْھِمْتُ مِنْ رَّبِّیْ. اِنَّا نَرُدُّہٗ اِلَیْکَ تَفَضُّلًا عَلَیْکَ. (سرّ الخلافہ ص 53)

ترجمہ: میرا ایک لڑکا جس کا نام بشیر احمد تھا۔ شیر خوارگی کے ایام میں فوت ہوگیا۔ اور حق یہ ہے کہ جن لوگوں نے تقویٰ اور خشیت الٰہی کے طریق کو اختیار کر لیا ہو۔ اُن کی نظر اللہ تعالیٰ پر ہی ہوتی ہے۔ اس وقت مجھے خدا تعالیٰ کی طرف سے الہام ہوا جس کا ترجمہ یہ ہے کہ ہم محض اپنے فضل اور اپنے احسان سے وہ تجھے واپس دیں گے۔ (یعنی اس کا مثیل عطا ہوگا۔ سو اللہ تعالےٰ نے ایک دُوسرا بیٹا عطا کیا۔)

(حاشیہ تذکرہ ص163-164)

''خدا تعالیٰ نے اس عاجز پر ظاہر کیا کہ ایک دُوسرا بشیر تمہیں دیا جائے گا جس کا نام

محمود

بھی ہے۔ وہ اپنے کاموں میں اولوالعزم ہوگا۔ یَخْلُقُ اللّٰہُ مَایَشَآءُ۔''

(سبز اشتہار مؤرخہ یکم دسمبر 1888صفحہ17حاشیہ و تبلیغ رسالت جلد اوّل137)

''ایک الہام میں اس دُوسرے فرزند کا نام بھی بشیر رکھا۔ چنانچہ فرمایا کہ

ایک دوسرا بشیر تمہیں دیا جائیگا

یہ وہی بشیر ہے جس کا دُوسرا نام محمود ہے جس کی نسبت فرمایا کہ وہ اولوالعزم ہوگا اور حسن و احسان میں تیرا نظیر ہوگا۔ یَخْلُقُ اللّٰہُ مَایَشَآءُ۔''

(مکتوب 4/دسمبر)

''خدائے عزّ وجلّ نے۔۔۔اپنے لطف و کرم سے وعدہ دیا تھا کہ بشیر اول کی وفات کے بعد ایک دُوسرا بشیر دیا جائے گا۔ جس کا نام محمود بھی ہوگا۔ اور اس عاجز کو مخاطب کر کے فرمایا تھا کہ وہ اولوالعزم ہوگا اور حُسن و احسان میں تیرا نظیر ہوگا۔ وہ قادر ہے جس طور سے چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔''

(اشتہار تکمیل تبلیغ مؤرخہ 12/جنوری1889)

''میرا پہلا لڑکا جو زندہ موجود ہے جس کا نام محمود ہے ابھی وہ پیدا نہیں ہوا تھا جو مجھے کشفی طور پر اس کے پیدا ہونے کی خبر دی گئی۔ اور میں نے مسجد کی دیوار پر اس کا نام لکھا ہوا پایا کہ

محمود

تب میں نے اس پیشگوئی کے شائع کرنے کے لئے سبز رنگ کے ورقوں پر ایک اشتہار چھاپا۔ جس کی تاریخ اشاعت یکم دسمبر 1888 ہے۔''

(تریاق القلوب صفحہ 40)

''مجھے ایک خواب میں اس مصلح موعود کی نسبت، زبان پر یہ شعر جاری ہوا تھا:۔

اے فخرِ رُسل قُرب تو معلوم شد دیر آمدۂ زراہِ دُور آمدۂ

ترجمہ: اے رسولوں کے فخر تیرا خدا کے نزدیک مقام قرب مجھے معلوم ہوگیا ہے تُو دیر سے آیا ہے (اور) دُور کے راستہ سے آیا ہے۔''

(اشتہار تکمیل تبلیغ مؤرخہ 12/جنوری1889)

''(ا) خدا تعالیٰ نے مجھ پر یہ بھی ظاہر کیا کہ 20/فروری 1886 کی پیشگوئی حقیقت میں دو سعید لڑکوں کے پیدا ہونے پر مشتمل تھی۔ اور اس عبارت تک کہ مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے۔ پہلے بشیر کی نسبت پیشگوئی ہے کہ جو رُوحانی طور پر نزولِ رحمت کا موجب ہوا۔ اور اس کے بعد کی عبارت دوسرے بشیر کی نسبت ہے۔''

(سبز اشتہار یکم دسمبر 1888صفحہ17حاشیہ تبلیغ رسالت جلد اوّل صفحہ137)

(ب) ''اور یہ دھوکہ نہیں کھانا چاہیئے کہ جس پیشگوئی کا ذکر ہوا ہے۔ وہ مصلح موعود کے حق میں ہے۔ کیونکہ بذریعہ الہام صاف طور پر کھل گیا ہے۔ کہ یہ سب عبارتیں پسرِ متوفّی کے حق میں ہیں۔ اور مصلح موعود کے حق میں جو پیشگوئی ہے وُہ اس عبارت سے شروع ہوتی ہے کہ اُس کے ساتھ فضل ہے کہ جو اُس کے آنے کے ساتھ آئے گا۔ پس مصلح موعود کا نام الہامی عبارت میں فضل رکھا گیا۔ اور نیز دوسرا نام اُس کا محمود اور تیسرا نام اس کا بشیر ثانی بھی ہے۔ اور ایک الہام میں اُس کا نام فضلِ عمر ظاہر کیا گیا ہے۔ اور ضرور تھا کہ اُس کا آنا معرضِ التوا میں رہتا۔ جب تک یہ بشیر جو فوت ہوگیا ہے۔ پیدا ہو کر پھر واپس اُٹھایا جاتا۔ کیونکہ یہ سب اُمور حکمتِ الٰہیہ نے اُس کے قدموں کے نیچے رکھے تھے۔ اور بشیر اوّل جو فوت ہوگیا ہے۔ بشیر ثانی کے لئے بطور ارہاص تھا۔ اس لئے دونوں کا ایک ہی پیشگوئی میں ذکر کیا گیا۔''

(سبز اشتہار صفحہ21حاشیہ)

مورخہ 12/جنوری 1889 کو جب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ پیدا ہوئے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آپ کی پیدائش کی اطلاع اس اشتہار کے ذریعہ جس کا عنوان ''تکمیل تبلیغ'' تھا یوں شائع فرمائی:

''خدائے عزّ وجلّ نے جیسا کہ اشتہار دہم جولائی 1888 اور اشتہار یکم دسمبر 1888 میں مندرج ہے اپنے لطف و کرم سے وعدہ دیا تھا کہ بشیر اوّل کی وفات کے بعد ایک دُوسرا بشیر دیا جائے گا جس کا نام محمود بھی ہوگا اور اس عاجز کو مخاطب کر کے فرمایا تھا کہ وہ اولوالعزم ہوگا۔ اور حسن و احسان میں تیرا نظیر ہوگا۔ وہ قادر ہے جس

طور سے چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ سو آج 12رجنوری 1889 میں مطابق 9ر جمادی الاوّل 1306ھ روز شنبہ میں اس عاجز کے گھر میں بفضلہ تعالیٰ ایک لڑکا پیدا ہوگیا ہے جس کا نام بالفعل محض تفاول کے طور پر بشیر اور محمود بھی رکھا گیا ہے۔ اور کامل انکشاف کے بعد پھر اطلاع دی جائے گی۔ مگر ابھی تک مجھ پر یہ نہیں کھلا کہ یہی لڑکا مصلح موعود اور عمر پانے والا ہے یا وہ کوئی اور ہے۔ لیکن میں جانتا ہوں اور محکم یقین سے جانتا ہوں کہ خدا تعالیٰ اپنے وعدہ کے موافق مجھ سے معاملہ کرے گا۔ اور اگر ابھی اس موعود لڑکے کے پیدا ہونے کا وقت نہیں آیا تو دوسرے وقت میں وہ ظہور پذیر ہوگا۔ اور اگر مدّتِ مقررہ سے ایک دن بھی باقی رہ جائے گا۔ تو خدائے عزّ وجلّ اُس دن کو ختم نہیں کرے گا جب تک اپنے وعدہ کو پورا نہ کر لے۔ مجھے ایک خواب میں اس مصلح موعود کی نسبت زبان پر جاری ہوا تھا ۔

اے فخرِ رُسل قُرب تو معلوم شد   دیر آمدہ زراہِ دُور آمدہ

پس اگر حضرت باری جل شانہٗ کے ارادہ میں دیر سے مراد اسی قدر دیر ہے جو اس پسر کے پیدا ہونے میں جس کا نام بطور تفاول بشیر الدین محمود رکھا گیا ہے ظہور میں آئی تو تعجب نہیں کہ یہی لڑکا موعود لڑکا ہو۔ ورنہ بفضلہ تعالیٰ دوسرے وقت پر آئے گا۔

(اشتہار تکمیل تبلیغ مطابق 12/جنوری 1889 تبلیغ رسالت جلد اوّل ص 147-149 حاشیہ)

اس اشتہار میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مصلح موعود کی پیشگوئی کا مصداق سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کو ہی قرار دیا۔ اور تفاول کے طور پر نام بھی بشیر الدین محمود رکھا مگر کامل انکشاف کے بعد صحیح اطلاع دینے کا وعدہ فرمایا۔ سو حضور علیہ السلام ایفائے عہد فرماتے ہیں اور اس امر کے متعلق مختلف کتب میں اطلاع دیتے ہیں۔

(ا) ''محمود جو بڑا لڑکا ہے۔ اس کی پیدائش کی نسبت اس سبز اشتہار میں صریح پیشگوئی مع محمود نام کے موجود ہے۔ جو پہلے لڑکے کی وفات کے بارے میں شائع کیا گیا تھا۔ جو رسالہ کی طرح کئی ورق کا اشتہار سبز رنگ کے ورقوں پر ہے۔

(ضمیمہ انجام آتھم ص 15 مطبوعہ 1897)

(ب) پانچویں پیشگوئی میں نے اپنے لڑکے محمود کی پیدائش کی نسبت کی کہ وہ اب پیدا ہوگا۔ اور اُس کا نام محمود رکھا جائے گا۔ اور اس پیشگوئی کی اشاعت کے لئے سبز ورق کے اشتہار شائع کئے گئے تھے جو اب تک موجود ہیں۔ اور ہزاروں آدمیوں میں تقسیم ہوئے تھے۔ چنانچہ وہ لڑکا پیشگوئی کی میعاد میں پیدا ہوا۔ اور اب نویں سال میں ہے۔

(سراج منیر صفحہ 31 مطبوعہ 1897)

(ج) محمود جو میرا بڑا بیٹا ہے اس کے پیدا ہونے کے بارے میں اشتہار دہم جولائی 1888 اور نیز اشتہار یکم دسمبر 1888 میں جو سبز اشتہار کے کاغذ پر چھاپا گیا تھا پیشگوئی کی گئی۔ اور سبز رنگ کے اشتہار میں یہ بھی لکھا گیا کہ اس پیدا ہونے والے لڑکے کا نام محمود رکھا جائے گا۔۔۔ پھر جبکہ اس پیشگوئی کی شہرت بذریعہ اشتہارات کامل درجہ پر پہنچ چکی۔۔۔ تب خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم سے 12رجنوری 1889 کو بمطابق 9رجمادی الاول 1306ھ بروز شنبہ محمود پیدا ہوا۔''

(تریاق القلوب صفحہ 42)

مصلح موعود کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی جیسا کہ خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے اشتہار تکمیل تبلیغ مورخہ 12رجنوری 1889 کے حاشیہ میں خیال ظاہر فرمایا تھا۔ اور بعض دوسرے مقامات پر بھی اشارات کئے ہیں۔ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے وجود میں پوری ہوئی۔ چنانچہ جملہ اوقات اور کوائف اس پر شاہد ہیں۔

اور خود حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے بھی اسے صراحت کے ساتھ اپنے اوپر چسپاں کیا ہے۔ چنانچہ حضور نے 28رجنوری 1944 بروز جمعۃ المبارک خطبہ جمعہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے علم پا کر اپنے مصلح موعود ہونے کا اعلان فرمایا۔ حضرت فرماتے ہیں:۔

'' (ا) خدا تعالےٰ نے اپنی مشیّت کے ماتحت آخر اس امر کو ظاہر کر دیا۔ اور مجھے اپنی طرف سے علم بھی دے دیا۔ کہ مصلح موعود سے تعلق رکھنے والی پیشگوئیاں میرے متعلق ہیں۔

(ب) آج پہلی دفعہ میں نے وہ تمام پیشگوئیاں پڑھیں اور اب ان پیشگوئیوں کے پڑھنے کے بعد میں خدا تعالیٰ کے فضل سے یقین اور وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے یہ پیشگوئی میرے ذریعہ سے ہی پوری کی ہے۔''

(الفضل یکم فروری 1944)

(ماخوذ از ''تذکرہ'' اور ''تاریخ احمدیت'')

(حسنیٰ مقبول احمد، سیکرٹری اشاعت لجنہ آسٹن)

لوح الھدیٰ

یعنی

حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی

المصلح الموعودؓ کا پیغام

ہرقوم کی زندگی اس کے نوجوانوں سے وابستہ ہے۔ کس قدر ہی محنت سے کوئی کام چلایا جائے اگر آگے اس کے جاری رکھنے والے لوگ نہ ہوں تو سب محنت غارت جاتی ہے اور اس کام کا انجام ناکامی ہوتا ہے۔ گو ہمارا سلسلہ روحانی ہے مگر مذکورہ بالا قانون بھی الٰہی ہے اس لئے وہ بھی اس کی زد سے بچ نہیں سکتا۔ پس اس کا خیال رکھنا ہمارے لئے ضروری ہے۔ ہم پر واجب ہے کہ آپ لوگوں کو ان فرائض پر آگاہ کردیں جو آپ پر عائد ہونے والے ہیں اور ان راہوں سے واقف کردیں جن پر چل کر آپ منزلِ مقصود پر پہنچ سکتے ہیں اور آپ پر فرض ہے کہ آپ گوش ہوش سے ہماری باتوں کو سنیں اور ان پر عمل کرنے کی کوشش کریں تا خدا تعالیٰ کی طرف سے جو امانت ہم لوگوں کے سپرد ہوئی ہے اس کے کما حقہ ادا کرنے کی توفیق ہم لوگوں کو بھی اور آپ لوگوں کو بھی ملے۔ اس غرض کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے میں نے مندرجہ ذیل نظم لکھی ہے جس میں حتی الوسع وہ تمام نصیحتیں جمع کر دی ہیں جن پر عمل کرنا سلسلہ کی ترقی کے لئے ضروری ہے۔ گو نظم میں اختصار ہوتا ہے مگر یہ اختصار ہی میرے مدعا کے لئے مفید ہے۔ کیونکہ اگر رسالہ لکھا جاتا تو اس کو بار بار پڑھنا وقت چاہتا جو ہر شخص کو میسر نہ ہو سکتا۔ مگر نظم میں لمبا مضمون تھوڑی عبارت میں آجانے کے باعث ہر ایک شخص آسانی سے اس کا روزانہ مطالعہ بھی کر سکتا ہے اور اس کو ایسی جگہ بھی لٹکا سکتا ہے جہاں اس کی نظر اکثر اوقات پڑتی رہے اور اس طرح اپنی یاد کو تازہ رکھ سکتا ہے۔ خوب یاد رکھو کہ بعض باتیں چھوٹی معلوم ہوتی ہیں مگر ان کے اثر بڑے ہوتے ہیں۔ پس اس میں لکھی ہوئی کوئی بات چھوٹی نہ سمجھو اور ہر ایک بات پر عمل کرنے کی کوشش کرو۔ تھوڑے ہی دن میں اپنے اندر تبدیلی محسوس کرو گے۔ اور کچھ ہی عرصہ کے بعد اپنے آپ میں اس کام کی اہلیت پیدا ہوتی دیکھو گے جو ایک دن تمہارے سپرد ہونے والا ہے۔ یہ بھی یاد رکھو کہ تمہارا یہ ہی فرض نہیں کہ اپنی اصلاح کرو بلکہ یہ بھی فرض ہے کہ اپنے بعد میں آنے والی نسلوں کی اصلاح کی فکر رکھو اور ان کو نصیحت کرو کہ وہ اگلوں کی فکر رکھیں اور اسی طرح یہ سلسلہ ادائے امانت کا ایک نسل سے دوسری نسل کی طرف منتقل ہوتا چلا جاوے تا کہ یہ دریائے فیض جو خدا تعالیٰ کی طرف سے جاری ہوا ہے، ہمیشہ جاری رہے اور ہم اس کام کے پورا کرنے والے ہوں جس کے لئے آدمؑ اور اس کی اولاد پیدا کی گئی ہے۔ خدا تمہارے ساتھ ہو۔ اَللّٰھُمَّ آمین۔

خاکسار
مرزا محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی

نظم

نونہالانِ جماعت مجھے کچھ کہنا ہے
پر ہے یہ شرط کہ ضائع مرا پیغام نہ ہو

چاہتا ہوں کہ کروں چند نصائح تم کو
تا کہ پھر بعد میں مجھ پر کوئی الزام نہ ہو

جب گزر جائیں گے ہم تم پہ پڑے گا سب بار
سستیاں ترک کرو طالبِ آرام نہ ہو

جب تک انسان کسی کام کا عادی اپنے آپ کو نہ بنالے اس کا کرنا دوبھر ہو جاتا ہے۔ پس یہ غلط خیال ہے کہ جب ذمہ داری پڑے گی دیکھا جائے گا۔ آج ہی سے اپنے آپ کو خدمتِ دین کی عادت ڈالنی چاہیئے۔

خدمتِ دین کو اک فضلِ الٰہی جانو
اس کے بدلے میں کبھی طالبِ انعام نہ ہو

کبھی خدمتِ دین کر کے اس پر فخر نہیں کرنا چاہیئے۔ یہ خدا کا فضل ہوتا ہے کہ وہ کسی کو خدمتِ دین کی توفیق دے۔ نہ بندہ کا احسان کہ وہ خدمتِ دین کرتا ہے اور یہ تو حد درجہ کی بیوقوفی ہے کہ خدمتِ دین کر کے کسی بندہ پر احسان رکھے یا اس سے کسی خاص سلوک کی امید رکھے۔

دل میں ہو سوز تو آنکھوں سے رواں ہوں آنسو
تم میں اسلام کا ہو مغز فقط نام نہ ہو

اس زمانہ کا اثر اس قسم کا ہے کہ لوگ اللہ تعالیٰ کے سامنے عجز و نیاز کرنے کو بھی وضع کے خلاف سمجھتے ہیں اور خدا کے حضور میں ماتھے کا خاک آلود ہونا بھی انہیں ذلت معلوم ہوتا ہے حالانکہ اس کے حضور میں تذلّل ہی اصل عزّت ہے۔

سر میں نخوت نہ ہو، آنکھوں میں نہ ہو برقِ غضب
دل میں کینہ نہ ہو، لب پر کبھی دُشنام نہ ہو

خیر اندیشیٔ احباب رہے مدِّنظر
عیب چینی نہ کرو، مُفسد و نمّام نہ ہو

چھوڑ دو حرص، کرو زُہد و قناعت پیدا
زر نہ محبوب بنے، سیم دلآرام نہ ہو

اس زمانہ میں مادی ترقی کے اثر سے روپے کی محبت بہت بڑھ گئی ہے اور لوگوں کو ہر ایک معاملہ میں روپے کا خیال زیادہ رہتا ہے۔ روپے کمانا برا نہیں لیکن اس کی محبت خدا تعالیٰ کی محبت کے ساتھ مل کر نہیں رہ سکتی۔ جو شخص رات دن اپنی تنخواہ کی زیادتی اور آمد کی ترقی کی فکر میں لگا رہتا ہے اس کو خدا تعالیٰ کے قرب کو حاصل کرنے اور بنی نوع انسان کی ہمدردی کا موقعہ کب مل سکتا ہے۔ مومن کا دل قانع ہونا چاہیئے۔ ایک حد تک کوشش کرے پھر جو کچھ ملتا ہے اس پر خوش ہو کر خدا تعالیٰ کی نعمت کی قدر کرے۔ اس بڑھی ہوئی حرص کا نتیجہ اب یہ نکل رہا ہے کہ لوگ خدمتِ دین کی طرف بھی پوری توجہ نہیں کر سکتے اور دینی کاموں کے متعلق بھی ان کا یہی سوال رہتا ہے کہ ہمیں کیا ملے گا اور مقابلہ کرتے رہتے ہیں کہ اگر فلاں دنیا کا کام کریں تو یہ ملتا ہے۔ اس دینی کام پر یہ ملتا ہے۔ ہمارا کس میں فائدہ ہے۔ گویا وہ دینی کام کسی کا ذاتی کام ہے جس کے بدلہ میں یہ معاوضہ کے خواہاں ہیں حالانکہ وہ کام ان کا بھی کام ہے اور جو کچھ ان کو مل جاتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے فضلوں میں سے ہے اور اس مال کی محبت ہی کا نتیجہ ہے کہ دنیا کا امن اٹھ رہا ہے۔ ضروریات ایسی شے ہیں کہ ان کو جس قدر بڑھاؤ بڑھتی جاتی ہیں۔ پس قناعت کی حد بندی توڑ کر پھر کوئی جگہ نہیں رہتی جہاں انسان قدم ٹکا سکے۔ کروڑوں کے مالک بھی تنگی کے شاکی نظر آتے ہیں۔ جس کے ہاتھ سے قناعت گئی اور مال کی محبت اس کے دل میں پیدا ہوئی وہ خود بھی دکھ میں رہتا ہے اور دوسروں کو بھی دکھ دیتا ہے اور خدا تعالیٰ سے تو اس کا تعلق ہو ہی نہیں سکتا۔

رغبتِ دل سے ہو پابندِ نماز و روزہ
نظر انداز کوئی حصۂ احکام نہ ہو

مال ہو پاس تو دو اس سے زکوٰۃ و صدقہ
فکرِ مسکیں رہے تم کو غمِ ایّام نہ ہو

فکرِ مسکیں رہے یعنی یہ غم نہ ہو کہ اگر غریب کی مدد کریں گے تو ہمارا روپیہ کم ہو جائے گا۔ پھر ضرورت کے وقت کیا کریں گے۔ جو اس وقت محتاج ہے، اس کی دستگیری کرو اور آئندہ ضروریات کو خدا پر چھوڑ دو۔

حُسن اُس کا نہیں کھلتا تمہیں یہ یاد رہے
دوشِ مسلم پہ اگر چادرِ احرام نہ ہو

حج ایک نہایت ہی ضروری فرض ہے۔ نئی تعلیم کے دلدادہ اس کی طرف سے بہت غافل ہیں۔ حالانکہ اسلام کی ترقی کے اسباب میں سے ایک بڑا سبب ہے۔ طاقت حج سے یہ مراد نہیں کہ کروڑوں روپیہ پاس ہو۔ ایک معمولی حیثیت کا آدمی بھی اخلاص سے کام لے تو حج کے سامان مہیا کر سکتا ہے۔

عادتِ ذکر بھی ڈالو کہ یہ ممکن ہی نہیں
دل میں ہو عشقِ صنم لب پہ مگر نام نہ ہو

نماز کے علاوہ ایک جگہ بیٹھ کر تسبیح و تحمید و تکبیر کرنا یا کاموں سے فراغت کے وقت تسبیح و تحمید و تکبیر کرنا دل کو روشن کر دیتا ہے اس میں آج کل لوگ بہت سستی کرتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ روحانی صفائی بھی حاصل نہیں ہوتی۔ نمازوں کے پہلے یا بعد اس کا خاص موقع ہے۔

عقل کو دین پہ حاکم نہ بناؤ ہرگز
یہ تو خود اندھی ہے گر نیّرِ الہام نہ ہو

ہر اک شخص کا فرض ہے کہ مذہب کو سچا سمجھ کر مانے۔ یونہی اگر سچے دین کو بھی مان لیا جائے تو کچھ فائدہ نہیں۔ لیکن جب پوری طرح یقین کر کے ایک بات کو مانا جائے تو پھر کسی کا حق نہیں کہ اس کی تفصیلات اگر اس کی عقل کے مطابق نہ ہوں تو ان پر حجت کرے۔ روحانیات کا سلسلہ تو خدا تعالیٰ کی طرف سے قائم ہے۔ پس عقل اور مذہب کا مقابلہ نہیں بلکہ عقل کو مذہب پر حاکم بنانے سے یہ مطلب ہوگا کہ آیا ہماری عقل زیادہ معتبر ہے یا خدا تعالیٰ کا علم، نعوذ باللہ من ذالک۔ ہاں یہ بات دریافت کرنی بھی ضروری ہے کہ جس چیز کو ہم مذہب کی طرف منسوب کرتے ہیں وہ مذہب کا حصہ ہے بھی یا نہیں۔

جو صداقت بھی ہو تم شوق سے مانو اس کو
علم کے نام سے پر تابع اوہام نہ ہو

آج کل یورپ سے جو آواز آوے اور وہ کسی فلاسفر اور سائنسدان کی طرف منسوب ہو تو جھٹ اس کا نام علم رکھ لیا جاتا ہے اور اس کے خلاف کہنے والوں کو علم کا دشمن کہا جاتا ہے۔ یہ نادانی ہے۔ جو بات مشاہدوں سے ثابت ہو اس کا انکار کرنا جہالت ہے لیکن بلا ثبوت صرف بعض فلسفیوں کی تھیوریوں کو علم سمجھ کر قبول کرنا بھی کم عقلی ہے۔ اس وقت بہت سے یورپ کے نو ایجاد علوم قیاسات تھیوریوں سے بڑھ کر حقیقت نہیں رکھتے۔ ان کے اجزاء ثابت ہیں لیکن ان کو ملا کر جو نتیجہ نکالا جاتا ہے وہ بالکل غلط ہوتا ہے لیکن علوم جدیدہ کے شیدائی اس امر پر غور کئے بغیر ان وہموں کی اتباع کرنے لگ جاتے ہیں۔

دشمنی ہو نہ محبانِ محمدؐ سے تمہیں
جو معاند ہیں تمہیں ان سے کوئی کام نہ ہو

امن کے ساتھ رہو فتنوں میں حصہ مت لو
باعثِ فکر و پریشانیٔ حُکّام نہ ہو

مومن کا فرض ہے کہ بجائے حقارت اور نفرت سے کام لینے کے محبت سے کام لے اور امن کو پھیلائے۔ مومن کا وطن سب دنیا ہے۔ اس سے جہاں تک ممکن ہو تمام فریقوں میں جائز طور صلح کرانے کی کوشش کرے اور قانون کی پابندی کرے۔

اپنی اِس عمر کو اک نعمتِ عظمیٰ سمجھو
بعد میں تا کہ تمہیں شکوۂ ایّام نہ ہو

حُسن ہر رنگ میں اچھا ہے مگر خیال رہے
دانہ سمجھے ہو جسے تم وہ کہیں دام نہ وہ

اچھی بات خواہ دین کے متعلق ہو خواہ دنیا کے متعلق، اچھی ہی ہوتی ہے۔ مگر بہت دفعہ بری باتیں اچھی شکل میں پیش کی جاتی ہیں اس کا بھی خیال رکھنا چاہیئے۔ انگریزی کی مثال ہے

"Everything that glitters is not gold"

تم مدبّر ہو کہ جرنیل ہو یا عالم ہو
ہم نہ خوش ہونگے کبھی تم میں گر اسلام نہ ہو

دنیاوی ترقی کے ساتھ اگر دین نہیں تو ہمیں کچھ خوشی نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ اگر یہ اصل مقصد ہوتی تو پھر ہمیں اسلام اختیار کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ پھر مسیحیت جو اس وقت ہر قسم کے دنیاوی سامان رکھتی ہے اس کو کیوں نہ قبول کر لیتے۔

سیلف رسپیکٹ کا بھی خیال رکھو تم بے شک
یہ نہ ہو پر کہ کسی شخص کا اکرام نہ ہو

آج کل لوگ سیلف رسپیکٹ کے نام سے بزرگوں کا ادب چھوڑ بیٹھے ہیں۔ حالانکہ صحیح تربیت کے لیے ادب کا قائم رکھنا ضروری ہے۔ اگر ادب نہ ہو تو تربیت بھی درست نہیں ہوسکتی۔ سیلف رسپیکٹ کے تو یہ معنی ہیں کہ انسان کمینہ نہ بنے، نہ بے ادب ہو جائے۔

عُسر ہو یُسر ہو، تنگی ہو کہ آسائش ہو
کچھ بھی ہو بند مگر دعوتِ اسلام نہ ہو

کسی زمانہ، کسی وقت، کسی حالت میں اسلام کی تبلیغ کو نہ چھوڑو۔ ایک دفعہ اس کے خطرناک نتائج دیکھ چکے ہو۔ نہ تنگی تمہاری کوششوں کو سست کرے کہ ہر تکلیف سے نجات اسی کام سے وابستہ ہے اور نہ ترقی تم کو سست کر دے کیونکہ جب تک ایک آدمی بھی اسلام سے باہر ہے تمہارا فرض ادا نہیں ہوا اور ممکن ہے کہ وہ ایک آدمی کفر کا

بیج بن کر ایک درخت اور درخت سے جنگل بن جائے۔

تم نے جو دنیا بھی کی فتح تو کچھ بھی نہ کیا
نفسِ وحشی و جفاکیش اگر رام نہ ہو

سب سے پہلا فرض اصلاحِ نفس ہے۔ اگر اس کے ظلم ہوتے رہیں اور اس کی اصلاح نہ ہو تو دوسروں کی اصلاح تم کو اس قدر نفع نہیں پہنچا سکتی۔

منّ و احسان سے اعمال کو کرنا نہ خراب
رشتۂ وصل کہیں قطع سرِ بام نہ ہو

انسان نیکی کرتے کرتے کبھی خدا تعالیٰ کا پیارا بننے والا ہوتا ہے کہ احسان جتا کر پھر وہیں آگرتا ہے جہاں سے ترقی شروع کی تھی اور چوٹی پر پہنچ کر گر جاتا ہے۔ اس کی ہمیشہ احتیاط رکھنی چاہیئے کیونکہ وہ محنت جو ضائع ہو جاتی ہے حوصلہ پست کر دیتی ہے۔

بھولیو مت کہ نزاکت ہے نصیبِ نسواں
مرد وہ ہے جو جفاکش ہو، گُل اندام نہ ہو

صفائی اچھی چیز ہے مگر نازک بدنی اور جسم کے سنگھار میں مشغول رہنا اور حسن ظاہری کی فکر میں رہنا یہ مرد کا کام نہیں۔ عورتوں کو خدا تعالیٰ نے اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ علاوہ دوسرے فرائض کی ادائیگی کے جو بحیثیت انسان ہونے کے ان کے ذمہ ہیں مرد کی اس خواہش کو بھی پورا کریں۔ مرد کے ذمہ جو کام لگائے گئے ہیں وہ جفاکشی اور محنت کی برداشت کی عادت چاہتے ہیں، پس جسم کو سختی برداشت کرنے کی عادت ڈالنی چاہیئے اور چونکہ ظاہر کا اثر باطن پر پڑتا ہے اس لئے زینت اور سنگھار میں اپنا وقت ضائع نہیں کرنا چاہیئے۔

شکلِ مَے دیکھ کے گرنا نہ مگس کی مانند
دیکھ لینا کہ کہیں دُردِ تہِ جام نہ ہو

جس طرح بری چیز اچھی کی شکل میں پیش ہو جائے تو دھوکہ لگ جاتا ہے اسی طرح کبھی اچھی چیز کے اندر بری مل جاتی ہے اور اس کے اثر کو خراب کر دیتی ہے۔ پس ہر ایک کام کو کرتے وقت اور ہر ایک خیال کو قبول کرتے وقت یہ بھی سوچ لینا چاہیئے کہ اس کا کوئی پہلو تو برا نہیں۔ اگر مخفی طور پر اس میں برائی ملی ہوئی ہو تو اس سے بچنا چاہیئے۔

یاد رکھنا کہ کبھی بھی نہیں پا تا عزت
یار کی راہ میں جب تک کوئی بدنام نہ ہو

بعض لوگ دینی کاموں میں حصہ لینے سے اس خیال سے ڈرتے ہیں کہ لوگ برا کہیں گے یا ہنسی کریں گے۔ حالانکہ خدا تعالیٰ کی راہ میں بدنام ہونا ہی اصل عزت ہے اور کبھی کسی نے دینی عزت حاصل نہیں کی جب تک دنیا میں پاگل اور قابلِ ہنسی نہیں سمجھا گیا۔

کام مشکل ہے بہت منزلِ مقصود ہے دُور
اے مرے اہلِ وفا سست کبھی گام نہ ہو

گامزن ہو گے رہِ صدق و صفا پر گر تم
کوئی مشکل نہ رہے گی جو سرانجام نہ ہو

حشر کے روز نہ کرنا ہمیں رُسوا و خراب
پیارو آموختۂ درسِ وفا خام نہ ہو

یعنی جو کچھ دین کی محبت اور خدا تعالیٰ سے عشق کے متعلق ہم سے سیکھ چلے ہو اس کو خوب یاد کرو۔ ایسا نہ ہو کہ یہ سبق کچا رہے اور قیامت کے دن سنا نہ سکو اور ہمیں، جنہیں اس سبق کے پڑھانے کا کام سپرد کیا ہے شرمندگی اٹھانی پڑے۔ دوسروں کے شاگرد فر فر سنا جاویں اور تم یونہی رہ جاؤ۔

ہم تو جس طرح بنے کام کئے جاتے ہیں
آپ کے وقت میں یہ سلسلہ بدنام نہ ہو

میری تو حق میں تمہارے یہ دعا ہے پیارو
سر پہ اللہ کا سایہ رہے ناکام نہ ہو

ظلمتِ رنج و غم و درد سے محفوظ رہو
مہرِ انوار درخشندہ رہے شام نہ ہو

والسلام مع الاکرام
خاکسار
مرزا محمود احمد
خلیفۃ المسیح الثانی

(مشعلِ راہ جلد چہارم صفحات 45-54)

کلام حضرت خلیفۃ المسیح الثانی
مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ

بڑھتی رہے خدا کی محبت خُدا کرے — حاصل ہو تم کو دید کی لذّت خُدا کرے

توحید کی ہو لب پہ شہادت خُدا کرے — ایمان کی ہو دل میں حلاوت خُدا کرے

پڑ جائے ایسی نیکی کی عادت خُدا کرے — سَرزد نہ ہو کوئی بھی شرارت خُدا کرے

مٹ جائے دل سے زنگِ رذالت خُدا کرے — آجائے پھر سے دَورِ شرافت خُدا کرے

مل جائیں تم کو زہد و امانت خُدا کرے — مشہور ہو تمہاری دیانت خُدا کرے

مل جائے تم کو دین کی دولت خُدا کرے — چمکے فلک پہ تارۂ قسمت خُدا کرے

منظور ہو تمہاری اطاعت خُدا کرے — مقبول ہو تمہاری عبادت خُدا کرے

چُھوٹے کبھی نہ جامِ سخاوت خُدا کرے — ٹوٹے کبھی نہ پائے صداقت خُدا کرے

راضی رہو خُدا کی رضا پر ہمیش تم — لب پر نہ آئے حرفِ شکایت خُدا کرے

احسان و لُطف عام رہے سب جہان پر — کرتے رہو ہر اِک سے مروّت خُدا کرے

گہوارۂ علوم تمہارے بنیں قلوب — پھٹکے نہ پاس تک بھی جہالت خُدا کرے

اخلاص کا درخت بڑھے آسمان تک — بڑھتی رہے تمہاری اِرادت خُدا کرے

پھیلاؤ سب جہان میں قولِ رسولؐ کو — حاصل ہو شرق و غرب میں سطوَت خُدا کرے

پایاب ہو تمہارے لئے بحرِ معرفت — کُھل جائے تم پہ رازِ حقیقت خُدا کرے

اُٹھتا رہے ترقی کی جانب قدم ہمیش — ٹوٹے کبھی تمہاری نہ ہمت خُدا کرے

تبلیغِ دین و نشرِ ہدایت کے کام پر — مائل رہے تمہاری طبیعت خُدا کرے

سایہ فگن رہے وہ تمہارے وجود پر — شامل رہے خُدا کی عنایت خُدا کرے

زندہ رہیں علوم تمہارے جہان میں — پائندہ ہو تمہاری لیاقت خُدا کرے

قرآن پاک دل میں ہو آنکھوں میں نور ہو — مل جائے مومنوں کی فراست خُدا کرے

پرواز ہو تمہاری مہ افلاک سے بلند — پیدا ہو بازوؤں میں وہ قوت خُدا کرے

بطحا کی وادیوں سے جو نکلا تھا آفتاب — بڑھتا رہے وہ نورِ نبوت خُدا کرے

قائم ہو پھر سے حکمِ محمدؐ جہان میں — ضائع نہ ہو تمہاری یہ محنت خُدا کرے

تم ہو خُدا کے ساتھ خُدا ہو تمہارے ساتھ — ہوں تم سے ایسے وقت میں رخصت خُدا کرے

اک وقت آئے گا کہ کہیں گے تمام لوگ
ملّت کے اِس فدائی پہ رحمت خُدا کرے

جلوۂ صد رنگ

اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی متضرعانہ دعاؤں کو شرف قبولیت بخشتے ہوئے ایک عظیم الشان نشان عطا فرمایا کہ آپ کو گونا گوں صفات کا حامل ایک بیٹا عطا کیا جائے گا۔ جس کا نزول بہت مبارک اور جلالِ الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا۔ خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا وہ جلد جلد بڑھے گا، اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا، زمین کے کناروں تک شُہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔ تب اپنے نفسی نقطۂ آسمان کی طرف اُٹھایا جائے گا۔

حضرت مصلح موعودؓ ہی وہ خدائی نشان تھے جن کے ذریعہ خدا تعالیٰ کے وعدے پورے ہوئے اور آپ اتنی خوبیوں اور صفات سے بہرہ ور تھے کہ آپ ایک فرد کی بجائے اپنی ذات میں ایک انجمن تھے اور آپ کی زندگی کے ہر پہلو یا ہر خوبی پر نظر ڈالنے سے یوں لگتا ہے کہ آپ اس میں ایک منفرد مقام رکھتے ہیں۔

آپ بہت متناسب الاعضاء میانہ قد تھے۔ جسم ہلکا پُھلکا اور چھریرا تھا جو آخری عمر میں بھرا بھرا لگنے لگا تھا تاہم موٹاپا اور بھدّا پن کبھی بھی نہ آیا۔ آنکھیں غلافی پُرکشش جو عادتاً نیم وا رہتی تھیں۔ نظر اُٹھا کر کم ہی دیکھتے تھے مگر جس چیز کو بھی دیکھتے تھے اسے پاتال تک دیکھ لیتے اور حقیقت کو بخوبی سمجھ لیتے۔

مسنون خوبصورت داڑھی جو نہ بہت لمبی تھی اور نہ ہی بہت چھوٹی۔ اسی طرح داڑھی کے بال نہ تو چھدرے اور بھدّے اور نہ ہی بہت زیادہ گھنے تھے۔ چہرے پر ایک بہت پیاری مسکراہٹ ہر وقت سجی رہتی تھی۔ کبھی کبھی قہقہہ لگا کر بھی ہنستے تھے مگر بہت کم۔ ہر حرکت و ادا سنجیدگی و ثقاہت لئے ہوئے ہوتی لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ آپ ریا کار خشک مزاج صوفیوں یا زاہدوں کی طرح یبوست اور خشکی کی تصویر بنے رہتے تھے بلکہ آپ نہایت لطیف حسِ مزاح بھی رکھتے تھے۔ آپ کی تقاریر بعض دفعہ گھنٹوں لمبی ہوتیں مگر سننے والا اُکتاہٹ اور بے دلی میں مبتلا نہ ہوتا کیونکہ آپ گفتگو اور تقریر کے دوران وقفہ وقفہ سے بہت موزوں اور موقع و محل کے مطابق کوئی لطیفہ یا دلچسپ واقعہ سنا کر محفل کو زعفران زار بنا دیتے۔ یہی نہیں کہ آپ خود کبھی کوئی غیر سنجیدہ اور غیر مہذب بات نہ کرتے بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسی وجاہت عطا فرمائی تھی کہ آپ کی مجلس میں یا آپ کی موجودگی میں کسی اور کو بھی غیر سنجیدہ یا متانت سے گری ہوئی بات کرنے کی جُرأت نہ ہوتی۔

بالعموم دھیمی مگر ایسی قابلِ فہم آواز میں گفتگو کرتے کہ مخاطب کو سننے یا سمجھنے میں دقت نہ ہوتی اور دوبارہ پوچھنے کی ضرورت پیش نہ آتی۔ بعض مواقع پر، خاص طور پر عظمتِ دین اور خدائی وعدوں پر یقین کا مضمون بیان فرماتے تو آواز میں غیر معمولی شوکت اور تاثیر پیدا ہو جاتی۔ آہستہ آواز میں جو نا قابلِ فہم اور مُبہم ہو بات کرنا آپ کو پسند نہیں تھا اور اس کی طرف آپ بہت اچھے انداز میں توجہ بھی دلایا کرتے تھے۔ آپ سفید بھاری عمامہ، سفید شلوار قمیص، لمبا کوٹ اور پاؤں میں گرگابی (مکیشن) استعمال فرماتے تھے۔ ابتداء میں ترکی (رومی) ٹوپی بھی پہنتے تھے مگر بعد میں ہمیشہ پگڑی ہی استعمال فرماتے رہے۔ گھر سے باہر آتے ہوئے ہاتھ میں چھڑی رکھنے کی سنت پر عمل پیرا ہونے کا اہتمام فرماتے اور اس امر کی دوسروں کو تلقین بھی فرماتے تھے۔ آپ کا لباس بہت ہی سادہ ہوتا تھا اور اس کے متعلق کوئی خاص اہتمام نہ فرماتے سوائے اس کے کہ اس کا صاف ستھرا ہونا ضروری ہوتا۔

خوراک بہت تھوڑی اور سادہ ہوتی تھی۔ تحریک جدید کے مطالبات میں سادہ زندگی اور ایک کھانا کھانے کا مطالبہ شامل تھا۔ آپ اس کی سختی سے پابندی فرماتے یہاں تک کہ اگر کبھی آپ کی طبیعت کی خرابی اور علالت کی وجہ سے ایک سے زیادہ کھانے میز پر چُنے گئے تو آپ کھانا کھائے بغیر ہی اُٹھ جاتے۔ کئی غریب، مخلص، سادہ احمدی اخلاص و محبت سے مکئی کی روٹی، ساگ یا ایسی کوئی اور معمولی چیز یا موسمی پھل بطور تحفہ آپ کی خدمت میں بھجواتے تو آپ شوق و رغبت سے اسے استعمال کرتے اور بھیجنے والے کی دلجوئی اور حوصلہ افزائی فرماتے۔

یہاں یہ ذکر کرنا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے تمام معمولات میں سادگی ہوتی تھی اور یہ سادگی اس وجہ سے نہیں تھی کہ آپ کا ہاتھ تنگ تھا یا آپ زیادہ خرچ نہ کر سکتے تھے بلکہ آپ کا سادگی کا معمول اس لئے تھا کہ آپ اسے مذہبِ حقّہ کی تعلیم کا ضروری حصہ سمجھتے تھے۔ اور آپ نے سادہ زندگی کے فوائد و برکات سے عملاً استفادہ فرمایا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ہمیشہ اس کی طرف بہت اصرار اور تاکید سے توجہ دلاتے رہے یہاں تک کہ جب آپ نے اپنی مشہورِ زمانہ کامیاب اصلاحی و

انقلابی سکیم ''تحریکِ جدید'' جاری فرمائی تو سادہ زندگی گزارنے کا مطالبہ اس کے بنیادی مطالبوں میں شامل تھا۔ اور آپ کے اس زمانے کے اکثر خطبات سادہ زندگی کے فوائد اور مُسرفانہ۔ پُرتعیّش زندگی کے نقصانات کے موضوع پر ہوتے تھے۔

آپ کے مصروف اوقات کا اکثر حصہ پڑھنے لکھنے میں صرف ہوتا تھا۔ مطالعہ بہت تیزی سے فرماتے، مطلب کی بات فوری طور پر اخذ کرنے کا غیر معمولی ملکہ تھا۔ آپ کی لائبریری کی سینکڑوں کتابوں پر آپ کے قلم کے نشانات اور نوٹ یہ بتانے کے لئے کافی ہیں کہ آپ کا مطالعہ بہت وسیع تھا۔ یہی وجہ ہے کہ کسی بھی علم کے ماہر سے قرآنی بصیرت کی روشنی میں بات کرکے اسے دینِ حق کی صداقت وعظمت کا قائل کر لیتے تھے۔ ابتدائی زمانہ میں زیرِ مطالعہ کتب کا ڈھیر چارپائی کے پاس لگ جاتا۔ کبھی یہ بھی ہوتا کہ آپ اپنی لائبریری سے کوئی کتاب منگواتے تو ساتھ ہی یہ بھی بتادیتے کہ یہ کتاب لائبریری کے کس خانہ میں کس جگہ رکھی ہوئی ہے۔ کبھی یہ بھی بتا دیتے کہ یہ حوالہ کتاب کے کس حصہ میں صفحہ کی کس جگہ پر ملے گا۔ آپ کی ابتدائی علمی وتحقیقی کتب وتقاریر کی تیاری کسی قیمتی آرام دہ فرنیچر اور آراستہ کمرے میں بیٹھ کر نہیں بلکہ نماز پڑھنے والی چٹائی یا سونے کے بستر پر بیٹھ کر کی گئی۔ دوسرے لفظوں میں کہہ سکتے ہیں کہ ایک جاں نثار فدائی' لاکھوں کی جماعت کے امام کے دفتر کا فرنیچر ایک چٹائی تھی۔ اسی چٹائی پر سارے علمی اور انتظامی کام سرانجام دینے کے ساتھ ساتھ آپ کے ملاقاتی بھی آپ کے برابر بیٹھ کر اپنے خانگی مسائل کا حل' دینی مسائل میں رہنمائی' علمی وعملی مشکلات کے ازالہ بلکہ قومی وملی مسائل پر آپ کی ماہرانہ رائے سے مستفید ہوتے اور سکون واطمینان حاصل کرتے۔ بعد میں ایسا زمانہ بھی آیا کہ دفتر اور میز کُرسی کی سہولت میسر آگئی مگر اُس وقت بھی فرنیچر کے انتخاب میں اس کی مضبوطی اور عمدگی کو اس کی خوبصورتی اور نفاست پر ترجیح دی جاتی تھی۔

آپ بچپن میں کئی کھیلیں کھیلتے رہے مگر جن کھیلوں سے آپ کو ہمیشہ دلچسپی رہی وہ تیراکی' نشانہ بازی اور گھوڑسواری تھی۔ جوانی میں تو آپ مشّاق تیراکوں سے مقابلہ کرکے بازی لے جایا کرتے تھے۔ بچپن کی کھیلوں میں کشتی رانی کا بھی ذکر ملتا ہے مگر جماعتی مصروفیات کے باعث زیادہ وقت نہ ملنے کی وجہ سے اس طرف توجہ کم ہوتی گئی۔ آپ کا نشانہ بہترین تھا' پہلے غلیل پھر ہوائی بندوق اور شاٹ گن وغیرہ بھی زیرِ استعمال رہیں۔ ہوائی بندوق سے شکار کی رغبت اس لئے بھی زیادہ ہوگئی کہ حضرت مسیح موعودؑ دماغی کام کرنے والے کے لئے پرندوں کی یخنی مفید سمجھتے تھے۔ نشانہ بازی کی مشق کے لئے درخت پر بیٹھی ہوئی بھڑوں کا ایک ایک کرکے نشانہ لیتے اسی طرح دیاسلائی کی ڈبیہ بھی ہدف بنتی۔ اچھی قسم کی بندوق رکھنے اور اس کی صفائی وغیرہ کا بھی اہتمام فرماتے تھے۔ آپ کے اس شوق سے جماعت کو اس رنگ میں بھی فائدہ پہنچا کہ نوجوانوں میں فوجی تربیت کی طرف رغبت پیدا ہوئی اور ہنگامی حالات میں دفاعی ضروریات کا بہت اچھا انتظام ہو جاتا رہا اور آپ کی فوجی قائدانہ صلاحیتوں کو بھی جلا حاصل ہوتی رہی۔

آپ کے مشاغل میں عطر سازی کا ذکر بھی ملتا ہے۔ آپ کی قوتِ شامہ بھی دوسری حسّوں کی طرح بہت تیز تھی بعض دفعہ آپ دودھ کا ایک گھونٹ پی کر یا سونگھ کر یہ بتادیا کرتے تھے کہ جس گائے یا بھینس کا یہ دودھ ہے اس نے کیا چارہ کھایا تھا۔ عطر سازی کو بطور ہابی (Hobby) اور مشغلہ اپنانے کی طرف توجہ اس وجہ سے بھی پیدا ہوئی کہ تیز خوشبو والے عام بازاری عطر آپ کو سخت ناپسند تھے۔ عام عطر کے استعمال سے فوری طور پر سر درد اور نزلہ زکام کی تکلیف سے دوچار ہو جاتے تھے یہی وجہ ہے کہ آپ نے بارہا احباب کو اس بات سے روکا کہ وہ آپ کی جائے نماز پر عطر لگائیں۔ عطر سازی کے متعلق آپ نے بہت مطالعہ کیا۔ بہت تجربات کئے۔ اس فن کے ماہروں سے گفتگو فرمائی اور پھر اپنی طبعی نفاست کی وجہ سے عطر کی نہایت عمدہ قسمیں دریافت فرمائیں۔ ان تجربات سے آپ کے بعض اعزہ واقرباء ہی نہیں احبابِ جماعت بھی فائدہ اٹھاتے تھے جنہیں یہ بیش قیمت عطر تحفہ میں ملتے تھے۔

حضور باغبانی اور زراعت کا بھی شوق رکھتے تھے اور اس میں وسیع مطالعہ اور تجربات سے ترقی اور بہتری کے راستے نکالتے رہتے تھے۔ آپ کی توجہ اور دلچسپی کا یہ عالم تھا کہ آپ کے ساتھ کام کرنے والوں کو یہ خیال رہتا تھا کہ آپ کو ہر درخت کے پھل کی پہچان ہے اور اس کی مقدار کا مکمل اندازہ ہے۔ سندھ کی زمینوں میں آپ کی نگرانی میں لگائے گئے باغات جماعت کی آمدنی میں اضافہ کا موجب بنے۔ (قادیان کا آموں کا باغ جو فارم کے نام سے مشہور تھا تقسیم برصغیر سے قبل ہندوستان بھر میں مشہور تھا اور متعدد انعامی مقابلوں میں انعام کا حقدار قرار پایا۔)

آپ کی محنت کی عادت بھی غیر معمولی تھی' نیند بہت کم تھی' آپ کے ساتھ کام کرنے والوں کو بھی مستعدی اور چوکسی سے ہر وقت کام کرنے کے لئے تیار رہنا پڑتا تھا۔ آپ کسی کے سپرد کوئی کام کرتے تو اس کے متعلق واضح ہدایات دیتے' تفصیلی راہنمائی فرماتے اور فوری طور پر رپورٹ دینے کی تاکید فرماتے۔ آپ ایک وقت

میں پوری توجہ سے کئی کام کر سکتے تھے۔ لمبے سفر کے دوران خطوں کے جواب لکھواتے تھے ان خطوں میں مخالفوں کے اعتراضات بھی ہوتے تھے، فقہی مسائل بھی ہوتے تھے‘ لڑائی جھگڑوں کی الجھنیں بھی ہوتی تھیں‘ معاشرتی اور سیاسی مسائل بھی ہوتے تھے۔ آپ کے ایک ڈرائیور کے بیان کے مطابق اس سارے کام کے دوران سفر کے ساتھیوں کی دلجوئی کی باتیں بھی ہوتی تھیں اور خادم نوازی بھی یہاں تک کہ آپ اگر کچھ کھاتے یا کھلاتے تھے تو ڈرائیور کے ساتھ بیٹھنے والے کو (جو بالعموم حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ خان صاحب ہوتے تھے) وہ چیز ڈرائیور کے منہ میں ڈالنے کے لئے بھی عنایت فرماتے۔ ایک وقت میں ایک سے زیادہ سیکرٹریوں کو ہدایات دینے اور خطوط کے جواب لکھوانے کے مواقع بھی پیش آئے۔ آپ کی بیماری میں آپ کے ماہر معالجین کی رائے تھی کہ آپ نے زندگی بھر ایک آدمی کا نہیں بلکہ کئی کئی آدمیوں کے برابر کام کیا ہے۔ ہنگامی حالات اور ضروری جماعتی کاموں کے دوران تو یوں لگتا تھا کہ شاید آپ آرام کرتے ہی نہیں ہیں۔ آپ کی ہدایت کے مطابق کام ختم کر کے فوری رپورٹ دینا ضروری تھا اور رپورٹ دینے والے اس امر پر حیرت زدہ رہ جاتے تھے کہ دن رات کے کسی بھی حصہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر رپورٹ پیش کی جاتی تو یوں لگتا تھا کہ آپ اس کا انتظار ہی کر رہے تھے اور آپ کے چہرے سے سستی یا تھکان کے کوئی آثار نظر نہ آتے تھے۔ کئی دفعہ ایسا بھی ہوا کہ آپ نے بے وقت رپورٹ وصول کر کے متعلقہ کارکن کے چہرے پر مسلسل کام کی وجہ سے تھکان کے آثار دیکھے تو اس کو آرام کرنے کی تاکید کے ساتھ اس کی خبر گیری اور دیکھ بھال کا بھی انتظام فرمایا۔ اگر آپ کے دفتر میں کسی غیر معمولی مصروفیت کی وجہ سے بزرگانِ سلسلہ یا دوسرے کارکنوں کو دیر تک کام کرنا پڑتا تو آپ تھوڑے تھوڑے وقفہ سے ان کے لئے کھانے پینے کی کوئی چیز بھجوا دیتے بلکہ بعض اوقات خود چائے وغیرہ لا کر پلاتے اور کوئی دلچسپ بات سنا کر تھکن دور کرنے کی کوشش فرماتے۔

آپ کی یادداشت بھی غیر معمولی تھی۔ آپ کی آخری بیماری کے دوران لاہور کے ایک غیر از جماعت طبیب اپنے ایک دوست کے ہمراہ حضور کی عیادت کے لئے حاضر ہوئے تو آپ نے انہیں دیکھتے ہی فرمایا کہ دیر کی بات ہے قادیان میں ایک دفعہ کسی مریض کو دیکھنے کے لئے آپ کو بلایا تھا۔ طبیب صاحب کو یہ بات یاد نہ تھی اور انہیں حافظہ پر زور دے کر یہ برسوں پُرانی بات یاد آئی۔ ملاقات کے دوران بعض اوقات یہ دلچسپ صورت بھی پیش آتی کہ ملاقات کروانے والے سیکرٹری یا متعلقہ جماعت کے صدر وغیرہ کسی ملاقاتی کا تعارف کرواتے تو آپ ان کی تصحیح فرماتے اور بتاتے کہ یہ تو فلاں صاحب ہیں مجھے ایک عرصہ قبل مل چکے ہیں۔ آپ نے کئی مواقع پر فرمایا کہ قادیان اور جماعت کے دوستوں کی نام بہ نام جتنی لمبی فہرست میں تیار کر سکتا ہوں اور کوئی نہیں کر سکتا اور کئی دفعہ حسبِ ضرورت اس کا تجربہ بھی ہوتا رہتا تھا۔

اپنے ہاتھ سے کام کرنے کو بھی پسند فرماتے تھے ایک دفعہ آپ نے اپنے بچوں میں سے کسی کو دیکھا کہ وہ اپنا جوتا پہریدار کو پالش کرنے کے لئے دے رہا ہے۔ آپ نے وہ جوتا پکڑ لیا کہ پہریدار کا یہ کام نہیں ہے وہ جماعتی ملازم ہے آپ کو اپنا کام خود کرنا چاہئے یا میں آپ کو پالش کر دیتا ہوں۔ آپ کو وقارِ عمل میں مٹی کھودتے‘ ٹوکریوں میں مٹی اٹھا کر لے جاتے اور بھرتی ڈالتے دیکھنے والے تو اب بھی اس نظارہ کو یاد کرتے ہیں۔ سفر کے دوران ساتھیوں کی ضروریات کا خیال رکھتے۔ گرمیوں میں کارکنوں کو گھر سے برف بھجوانے کی ہدایت دیتے اور پھر قریباً ہر کھانے کے وقت تسلی کر لیتے کہ باہر برف بھجوا دی گئی ہے۔ کھانے کے وقت یہ بھی دریافت فرماتے کہ سب موجود ہیں اور سب کو کھانا مل گیا ہے۔ اگر کسی کارکن کو کام کے لئے بھجوایا ہوتا تو اس کا کھانا رکھنے کی تاکید فرماتے۔ اگر کسی کارکن سے اس کی کسی غلطی کی وجہ سے ناراض ہوتے تو بعد میں دلجوئی کا اہتمام فرماتے۔ آپ کے ساتھی آپس میں کہا کرتے تھے کہ اگر آپ کسی سے ناراض ہوں تو بعد میں اس کے مزے ہو جاتے ہیں تاہم آپ کا رُعب و دبدبہ بھی کمال کا تھا اور ساتھی ہر ممکن کوشش کرتے تھے کہ آپ کا بتایا ہوا کام آپ کی بتائی ہوئی ہدایات یا آپ کے منشاء کے مطابق پوری توجہ سے کیا جائے۔ جماعت کے بعض عہدیدار تو آپ کی خدمت میں حاضر ہونے سے پہلے نفل ادا کرتے‘ صدقہ دیتے اور دعا کرتے کہ ہم آپ کی ہدایات کو پوری طرح سمجھ کر ان پر احسن رنگ میں عمل کرنے کی توفیق پائیں۔

آپ کا حلقہ احباب حیرت انگیز طور پر وسیع تھا متعدد مذہبی و سیاسی لیڈر آپ سے خود ملتے یا کسی ذریعہ سے آپ سے استفادہ کرتے۔ آپ قادر الکلام شاعر تھے اور صرف اردو ہی نہیں عربی میں بھی اشعار کہتے تھے۔ ادبی حلقوں میں آپ احترام کی نظر سے دیکھے جاتے۔ ابتداء میں آپ کے بعض مضامین ادبی رسالوں میں بھی شائع ہوتے رہے۔ اچھے ادبی رسائل کی آپ سرپرستی فرماتے۔ تشحیذ الاذہان اور اخبار الفضل کی ادارت کی وجہ سے آپ کو صحافت کا بھی خوب تجربہ تھا بعض مشہور ادیب اور بلند پایہ صحافی یہ امر اپنے لئے موجب افتخار سمجھتے تھے کہ ہم نے صحافت اور انشاء پردازی

آپ سے سیکھی تھی۔ صحافت سے آپ کی دلچسپی ہمیشہ قائم رہی اگرچہ غیر معمولی مصروفیات کی وجہ سے آپ عملاً ادبی مضامین لکھنے کے لئے زیادہ وقت نہ نکال سکتے تھے تاہم تعلیم الاسلام کالج کی اردو کانفرنس میں آپ نے ادب اردو کے متعلق ایک بلند پایہ مقالہ پیش فرمایا۔ اردو سے لگاؤ کی وجہ سے آپ کے زمانہ میں آپ کی تحریک پر اندرون و بیرون ملک ہزاروں خاندان اپنی مادری زبان کی بجائے اردو بولنے لگے اور دنیا بھر میں اردو کی خدمت کرنے والوں میں احمدیوں کا حصہ بہت نمایاں رہا۔ آپ کی غیر معمولی خطیبانہ صلاحیتوں کے ذکر کے بغیر آپ کا تعارف مکمل نہیں ہوسکتا۔ نوجوانی میں ہی آپ کی تقاریر افادیت وتاثیر کے لحاظ سے بہت پسند کی جاتی تھیں۔ مگر منصب امامت پر فائز ہونے کے بعد تو آپ کی یہ خوبی اتنی نمایاں ہوگئی کہ بلاخوفِ تردید کہا جاسکتا ہے کہ سنجیدہ علمی خطاب کرنے والوں میں آپ سب سے آگے تھے۔ مختصر نوٹوں کی مدد سے بڑے وقار و متانت کے ساتھ بغیر کسی مصنوعی گھن گرج یا ہاتھ لہرانے پھیلانے کے، گھنٹوں ایسے بولتے چلے جاتے کہ جیسے کوئی کتاب پڑھ رہے ہوں۔ موضوع پر پوری گرفت ہوتی، ہر فقرہ موزوں اور درست ہوتا، کوئی بات موضوع سے ہٹی ہوئی نہ ہوتی۔ کبھی کبھی وقفہ وقفہ سے کوئی پاکیزہ لطیفہ یا دلچسپ واقعہ بھی ضرور بیان کرتے مگر وہ بھی موضوع کو زیادہ واضح کرنے اور کھولنے کے لئے ہوتا اور یوں لگتا کہ یہ اسی موقع کے لئے ہی بنایا گیا تھا۔ اس سے بھی زیادہ دلچسپی کا باعث وہ تلاوت ہوتی جو آپ تقریر کے شروع میں اور پھر تقریر کے دوران مضمون کی مناسبت سے نہایت خوش الحانی سے کرتے اور نئے نئے تفسیری نکات و معارف بیان فرماتے۔

آپ کی مخالفت بہت زیادہ تھی جو حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کا موعود بیٹا ہونے کی وجہ سے آپ کی پیدائش سے بھی پہلے شروع ہوگئی تھی۔ جماعت کے اندر بھی بعض کمزور ایمان والوں نے فتنے شروع کئے مگر اس ساری مخالفت کے باوجود یہ عجیب بات ہے کہ آپ نے کبھی کسی سے نفرت نہ کی، کبھی کسی کو اپنا دشمن نہ سمجھا، جب موقع ملا مخالفوں سے بھی حسن سلوک فرمایا، قومی مفاد کے کاموں میں مخالفوں سے تعاون بھی کیا اور ان سے تعاون حاصل کرنے کی کوشش بھی فرمائی۔ اگر کسی مخالف کی کسی مشکل یا تکلیف کا علم ہوا تو اس کی ہر ممکن مدد فرمائی۔ ایسی مثالیں بھی ریکارڈ میں ہیں کہ مدت العمر مخالفت میں زندگی گزارنے والے ایسے مخالف جو اپنی مخالفت میں تمام حدود کو تجاوز کر جاتے تھے جب آخری عمر میں بیمار اور محتاج ہوئے تو حضور کی ہدایت پر حضور کے معالج خاص ان کا علاج کرتے رہے اور حضور کی طرف سے ان کی ادویات بھی مہیا کی جاتیں۔

آپ مغربی تمدن اور مغربی طرزِ فکر کو سخت ناپسند فرماتے تھے اس کے مقابلہ میں آپ ہمیشہ اسلامی تمدن کو قائم کرنے کی کوشش فرماتے اس کی ایک بہت ہی قابلِ قدر اور نمایاں مثال آپ کا تعدّدِ ازدواج تھا۔ مغربی پراپیگنڈا میں اسلام کی اس تعلیم پر بہت اعتراض کئے جاتے ہیں آپ نے قرآنی تعلیم کے مطابق مختلف ضروریات سے ایک سے زیادہ شادیاں کیں اور اسلامی دنیا میں آپ اس لحاظ سے منفرد حیثیت رکھتے ہیں کہ آپ اس کے متعلق مدافعانہ پہلو اختیار کرنے کی بجائے اسے اسلام کی بہترین قابل عمل تعلیم کے طور پر پیش فرماتے رہے اور یہ بات زبانی یا اصولی ہی نہیں تھی بلکہ آپ کا طرزِ عمل بھی یہی ثابت کرتا تھا کہ یہ کوئی چھپانے کی بات یا مجبوری کی وجہ سے اختیار کرنے والا امر نہیں بلکہ تقویٰ کو قائم رکھنے اور ترقی دینے کے علاوہ اور بھی بہت سے فوائد رکھتا ہے۔

ایک سے زیادہ بیویوں میں پوری طرح انصاف اور ان کے حقوق کی کماحقہٗ ادائیگی اور اولاد کی ذمہ داریوں کو بحسن وخوبی ادا کرتے ہوئے دیکھ کر یہی پتہ چلتا ہے کہ آپ بہترین شوہر اور بہت محبت کرنے والے والد تھے۔ آپ کی اولاد میں سے وہ بچے جن کی والدہ فوت ہو چکی تھی وہ آپ کی توجہ اور محبت دوسروں کی نسبت زیادہ حاصل کرتے اور یہ بات بھی آپ کی خصوصیات میں ہی شامل ہے کہ اپنی غیر معمولی مصروفیات میں سے ان کاموں کے لئے بھی وقت نکالتے اور گھر میں بچوں کے ساتھ کھیلتے، انہیں کہانیاں اور لطائف سناتے، ان کی دلچسپیوں کا خیال رکھتے اور ساتھ ہی ساتھ ان کی تعلیم و تربیت کا بھی پورا خیال رکھتے۔

آپ کے حسنِ انتظام اور حسنِ تربیت کا ہی کمال ہے کہ آپ کی بیویوں میں کہیں رقابت و حسد نظر نہیں آتا بلکہ اس کے برعکس باہم مل کر گھریلو اور جماعتی کام کرنے کی اچھی مثالیں بہت عام ہیں۔

آپ نے زندگی وقف کرنے کی تحریک فرمائی تو پڑھے لکھے برسرِ روزگار نوجوان اپنے استعفے پیش کر کے آپ کی خدمت میں حاضر ہوگئے، ماؤں نے اپنے اکلوتے ہونہار بچے خدمت دین کے لئے پیش کر دیے۔ اگر کسی نوجوان کو کسی اہم جماعتی کام پر مامور کیا گیا تو اس نے اپنی خوش بختی و سعادت سمجھتے ہوئے بغیر کسی معاوضہ و مطالبہ کے اس مشن کو پورا کیا اور اس کے مقابلہ میں آپ کو جماعت سے جو تعلق تھا وہ دیکھ کر عقل محوِ حیرت ہو جاتی ہے۔ افرادِ جماعت سے جو پیار اور محبت اور ان کی بہتری کے لئے جو مسلسل کوشش آپ نے فرمائی اس کی مثال کوئی باپ بھی اپنی اولاد

کے لئے پیش نہیں کرسکتا۔ جماعت کے لوگ آرام کرتے اور سوتے مگر یہ بیدار مغز و چوکس راہنما ان کی بہتری کے لئے خدا کے آگے سجدہ ریز ہوتا' نئی نئی سکیمیں پیش کرتا' ہر احمدی کی خوشی کو اپنی خوشی اور اس کے دکھ کو اپنا دکھ سمجھتا۔ یہاں یہ بیان کرنا بھی مناسب رہے گا کہ آپ دن رات مسلسل محنت پر یقین رکھتے تھے آپ کے ساتھ کام کرنے والے آپ کی قوتِ عمل سے حیران رہ جاتے تھے۔ سارے دن کی طویل مصروفیت کے بعد دن بھر کے کاموں کی رپورٹ اور دوسری ڈاک دیکھنے کا کام شروع ہوجاتا۔ روزانہ ڈاک میں آپ کو سینکڑوں خطوط ملتے جن میں گھریلو معاملات کے متعلق مشورے طلب کئے جاتے' علمی و عملی مشکلات میں راہنمائی حاصل کی جاتی' غرضیکہ افرادِ جماعت آپ کو اپنے وسیع کنبہ کا سربراہ سمجھتے ہوئے ہر بات آپ کے علم میں لانا موجبِ برکت گردانتے۔ بچوں کا نام رکھوانے کے لئے' کاروبار شروع کرتے ہوئے بلکہ باہر سفر پر جاتے ہوئے آپ کی خدمت میں خط لکھ کر برکت حاصل کی جاتی۔ آپ کے خطوط میں جماعت پر اعتراضات بھی ہوتے' انتظامی امور بھی ہوتے' تعبیر طلب خوابیں بھی ہوتیں' جماعت کی ترقی کے لئے مشورے بھی ہوتے' غرض یہ ایک الگ عالم تھا جس کا کوئی ایسا شخص جس نے یہ نظارہ خود نہ دیکھا ہو پوری طرح اندازہ و تصوّر بھی نہیں کرسکتا۔ یہ بتانے کی تو ضرورت نہیں کہ رات کا آخری حصہ دعاؤں اور عبادات کے لئے وقف ہوتا۔ آپ کو قریب سے دیکھنے والے تو آپ کی زندگی کو مسلسل عبادت سمجھتے تھے کیونکہ تلاوت بھی معمولاً بہت لمبی ہوتی تھی۔ نمازوں کی امامت کے لئے مسجد میں جانے کی وجہ سے یہ ایک مستقل مصروفیت تھی جو کافی وقت کا تقاضا کرتی تھی۔

ڈاک کی مصروفیت کا ذکر ہو تو ساتھ ہی آپ کی ملاقاتوں کا سلسلہ بھی ذہن میں آتا ہے۔ بچوں کو ان کی مائیں کسی نہ کسی بہانے سے آپ کی خدمت میں بھجواتیں اور وہ حضور سے مل کو یوں سمجھتے کہ انہیں بہت بڑی نعمت اور خوشی میسر آئی ہے۔ بیمار دوائی لینے یا مشورہ لینے کے لئے' ضرورتمند اپنی ضروریات پیش کرنے کے لئے' علمی راہنمائی حاصل کرنے والے' عملی مشکلات میں مشورہ طلب کرنے اور پھر باہم لڑائی جھگڑوں کی شکایتیں' لین دین کے معاملات' میاں بیوی کے تنازعات بھی ملاقاتوں میں پیش ہوتے اور بالعموم مشکلات اور معاملات کا ایسا حل نکل آتا جو باعثِ اطمینان ہوتا۔ انتظامی ملاقاتیں بھی روزانہ کا معمول تھا' سیاسی اور مذہبی لیڈروں اور ادیبوں اور سخنوروں سے ملاقاتیں بھی ہوتی رہتیں۔

(سوانح فضلِ عمرؓ جلد پنجم ص1-9)

اے فضلِ عمرؓ

مبارک احمد عابدؔ۔ ربوہ

اے فضلِ عمر تیرے اوصافِ کریمانہ
یاد آکے بناتے ہیں ہر روح کو دیوانہ

ڈھونڈیں تو کہاں ڈھونڈیں، پائیں تو کہاں پائیں
سلطانِ بیاں تیرا ، اندازِ خطیبانہ

قدرت نے جو بخشا تھا وہ نورِ سکونِ دل
آنکھوں سے ہے اب اوجھل وہ نرگسِ مستانہ

دشمن بھی پکار اُٹھے اسلام کی خاطر ہی
محمودؔ نے دکھلائی جانبازیٔ پروانہ

اسلام کی مشعل کو دنیا میں کیا روشن
پھر تو نے اُجاگر کی سرگرمیٔ فرزانہ

ہاں علم و عمل میں تھا اک پیکرِ عظمت تُو
اسلام کا شیدائی ، اللہ کا دیوانہ

تیری ہی دُعاؤں نے بخشے ہیں ہمیں ناصرؔ
ربوہ کی فضا پر ہے پھر لطفِ کریمانہ

عابدؔ ہے دُعا میری اس تیری نشانی کو
حاصل رہے مولا کی ہر نصرتِ شاہانہ

آج کے احمدی نوجوان کے نام!

فریاد درد

ارشاد عرشی ملک

میرے بیٹے، میرے لختِ جگر اک التجاء سُن لے — اگر ماں سے محبت ہے تو پھر میرا کہا سُن لے
نبھانی ہے محمدؐ سے تجھے رسمِ وفا سُن لے — اُمیدیں تجھ سے جو رکھتی ہوں اُنکی انتہا سُن لے

امامِ وقت کا قائم ہمیشہ مان رکھنا ہے
خدا کا عشق دل میں ، ہاتھ میں قرآن رکھنا ہے

تناسب ہو، توازن ہو تیرے افکار میں پیارے — نمونہ ہو صحابہؓ کا تیرے کردار میں پیارے
جو دیں پر حرف آتا ہو کسی تکرار میں پیارے — گرج پھر شیرِ نر کی ہو تری للکار میں پیارے

ہو ورنہ عاجزی، ایمان سے سینہ ہو پُر تیرا
جکڑ ہو لاکھ زنجیروں کی لیکن دل ہو حُر تیرا

خُدا سے دوستی رکھنا، اُسی سے رازِ دل کہنا — کبھی جب ابتلاء آئیں تو اُن کو صبر سے سہنا
خُدا کا قرب اور تقویٰ ہو تیری روح کا گہنا — اور اس دُنیا کے علم و فن میں بھی پیچھے نہیں رہنا

کوئی آگے نہ بڑھ جائے کسی بھی علم میں تجھ سے
کوئی بازی نہ لے جائے کمالِ حلم میں تجھ سے

تو محرومی سے، مایوسی سے، ناکامی سے ہے بالا — جو کفر و شرک کو چھیدے تیرا ایمان وہ بھالا
تُو خادم احمدیت کا ترا رتبہ بہت اعلیٰ — گلے میں تیرے ڈالی جائے گی کل جیت کی مالا

تُو ایسا بیج ہے جسکو خُدا نے آپ بویا ہے
اُسی نے تیرے دل کو صبر کے پانی سے دھویا ہے

تیرے تابع رہیں گے سب خُدا کا گر تُو تابع ہو — سو کل جو کاٹنا چاہے وہی کچھ سوچ کر تُو بو
جو دل شفاف رکھنا ہے تو اسکو آنسوؤں سے دھو — خُدا کی گر مدد چاہے تو پھر راتوں کو اُٹھ کر رو

اطاعت میں، عبادت میں عجب اعجاز پنہاں ہے
کہ مخدومی کا پیارے خدمتوں میں راز پنہاں ہے

لُبھائے جب تجھے دُنیا تو ہرگز نہ بھکنا تُو　　فریب و مکر کو اسکے فراست سے پرکھنا تُو
ضرورت اور آسائش میں قائم فرق رکھنا تُو　　یہ نہرِ آزمائش ہے فقط چُلّو ہی چکھنا تُو

تجھے جالوت سے لڑنے کی پھر دی جائے گی طاقت
قدم چومے گی تیرے آپ بڑھ کر فتح و نصرت

تیرے دل میں چھپے جذبوں کا بے شک امتحاں ہوگا　　بہار آنے سے پہلے لازمًا وقتِ خزاں ہوگا
بہت سے ابتلاء آئیں گے اور خوفِ زیاں ہوگا　　تھپیڑے ان گنت سہہ سہہ کے تُو جنسِ گراں ہوگا

تیرے قول و عمل کو پھر عطا ہوں گی وہ تاثیریں
تیری خاطر بدل دی جائیں گی دُنیا کی تقدیریں

نہ تجھ پر رُعب ہو مغرب کا اُسکی شان عالی ہے　　ڈھکا ہے جسم آسائش سے لیکن روح سوالی ہے
ہے دُنیا میں مگن ہر قوم خواہ گوری کہ کالی ہے　　خُدا کا قُرب پانے کا مگر میدان خالی ہے

تُجھے جوہر دکھا صدق و وفا سے جیت لے میداں
تیرے ہی نام لکھی جاچکی ہیں کل کی سب صدیاں

شجر اسلام کا ہر پل تیری محنت کا پھل مانگے　　تُجھے رہنا ہے متحرک نہ دل تیرا سکوں مانگے
مشقت دن کی مانگے، رات کا سوزِ دروں مانگے　　خِرد کو چھوڑ، تُجھ سے عشق اک رنگِ جنوں مانگے

ملا ہے آج گر موقعہ تو کچھ کرکے دکھا دینا
خُدا کا تُو سپاہی ہے زمانے کو بتا دینا

مٹادے اپنی ہستی کو تبھی تُو کامراں ہوگا　　فنا ہو کر امر ہوگا تُو حرفِ جاوداں ہوگا
تیری نایاب کوشش کا خُدا خود قدرداں ہوگا　　فرشتوں کا تیری تائید میں لشکر رواں ہوگا

جُدا ہے جنگ تیری، تیری تدبیریں جُدا سب سے
جُدا تیرا عمل ہے، تیری تقدیریں جُدا سب سے

چُھپا تجھ میں ہی دستِ لَم یزل ہے تُو اگر سمجھے　　بہت انمول ہے تُو بے بدل ہے تُو اگر سمجھے
کہ پُر ہیبت تیری بانگِ دہل ہے تُو اگر سمجھے　　تجھی سے شرک کو خوفِ اجل ہے تُو اگر سمجھے

حسینیؓ راہ بھی تیری ہے حسنیؓ راہ بھی تیری
رہے گی تاابد سایہ فگن تجھ پر دُعا میری

سفینہ دل کا، اُلفت کے سمندر میں رواں رکھنا اطاعت اور قربانی کا کھولے بادباں رکھنا
خلیفہ سے، خلافت سے محبت بے کراں رکھنا اور اپنی زندگی عرشی مثالِ عاشقاں رکھنا

ہر عُسر و یُسر میں عہدِ بیعت تو نے نبھانا ہے
اسی جذبے کو پھر اولاد کے دل میں رچانا ہے۔

میرے پیارے تیرے ذمہ ہے گھر کی بھی نگہ داری جہاں سے اُٹھ رہی ہے آج تہذیبِ وفاداری
بہت نازک ہیں یہ رشتے سو لازم ہے رواداری کسی کی ہو نہ جائے تجھ سے غفلت میں دل آزاری

طبیعت میں تحمّل ہو، خطا پوشی کی عادت ہو
ہو گھر میں جب بھی تُو داخل تو چہرے پر بشاشت ہو

بڑا دل تجھ کو کرنا ہے، بڑے پن سے نبھانا ہے شریکِ زندگی رُوٹھے تو چاہت سے منانا ہے
ذرا سا رُعب رکھنا ہے، زیادہ ناز اُٹھانا ہے قرض قوّام ہونے کا اسی طرح چکانا ہے

یہ فرمانِ خُداوندی ہے، تُو نگران ہے گھر کا
تُو گھر کی چاردیواری ہے، سائبان ہے گھر کا

تیرا گھر کیا ہے اک چھوٹی سی پیاری سی ریاست ہے نظام اس کا چلانے کو بھی دانائی کی حاجت ہے
جو اوّل چیز ہے ہر پل دُعا کرنے کی عادت ہے ہے پھر ترکِ شکایت اور محبت کی سیاست ہے

رفاقت کے گھنے سائے ہوں، گھر جنت بنے تیرا
تُو سُکھ دے اور سُکھ پائے یہی اک خواب ہے میرا

تقریب آمین

☆مکرم میاں محمد اشرف صاحب آف بوسٹن کی پوتی ' میاں غلام احمد صاحب ریٹائرڈ سپرنٹنڈنٹ محکمہ انہار لائل پور کی نواسی اور میاں نوید اشرف صاحب پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ Bay Poin کی صاحبزادی **طٰہٰ مہوش نوید** کی تقریب آمین مورخہ 17 ر اکتوبر 2004 بمقام مسجد احمدیہ Bay Point, CA میں منعقد ہوئی۔ مکرم مولانا ارشاد احمد ملّھی صاحب نے بچی سے قرآن کریم ناظرہ سنا اور دُعا کروائی۔

☆ **باسل احمد** جو ڈاکٹر کریم اللہ زیروی صاحب کا نواسہ اور ڈاکٹر میر شریف احمد صاحب کا بیٹا ہے' نے خدا تعالیٰ کے فضل سے قرآن کریم ناظرہ کا پہلا دور مکمل کر لیا ہے اور ان کی تقریبِ آمین (ماہِ رمضان) نومبر 2004 میں منعقد ہوئی۔ مکرم حافظ سمیع اللہ چوہدری صاحب پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ North Jersey نے بچے سے قرآن کریم ناظرہ سنا اور دعا کروائی۔ قارئین سے درخواست دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان بچوں کو مزید قرآنی اور دینی علوم سے منور فرمائے۔ آمین۔

کارہائے نمایاں

دورِ فضل عمرؓ

اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ کو قبل از وقت ایک فرزندِ جمیل کی بشارت عطا کی۔ الہامات میں آپ کے ایک سے زائد نام رکھے گئے جو یہ ہیں: محمود، بشیر ثانی، فضلِ عمر اور مصلح موعود نیز کلمۃ اللہ اور فخرِ رسل کے خطابات سے بھی نوازا گیا۔ چنانچہ ان الٰہی وعدوں کے مطابق سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ 12 رجنوری 1889 میں حضرت اماں جانؓ کے بطن سے پیدا ہوئے اور آپ کا نام ''مرزا بشیر الدین محمود احمد'' تجویز کیا گیا۔ آپ نے ابتدائی تعلیم مدرسہ تعلیم الاسلام میں پائی۔ ابتدائی قرآنی تعلیم آپ نے حافظ احمد اللہ صاحب ناگپوری سے حاصل کی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ سے آپ نے ترجمہ وتفسیر قرآن کریم، حدیث بخاری اور طب کی تعلیم حاصل کی۔ ابھی آپ کی عمر صرف 18,17 برس کی تھی کہ خواب میں ایک دن فرشتہ نازل ہوا اور اس نے سورۃ فاتحہ کی تفسیر سکھائی۔ اس کے بعد سے معجزاتی طور پر خدا تعالیٰ خود آپ کو قرآن کا علم عطا کرتا رہا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دینی تعلیم کے حصول اور روحانی پرورش کے لئے جید علماء بھی میسر فرمائے جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

حضرت شیخ یعقوب علی عرفانیؓ۔ حضرت قاضی سید امیر حسین صاحبؓ۔ حضرت مولانا سید محمد سرور شاہ صاحبؓ۔ حضرت مولانا شیر علی صاحبؓ۔

حضرت ماسٹر عبدالرحمٰن صاحبؓ۔ حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ۔ حضرت ماسٹر فقیر اللہ صاحبؓ۔ قاضی یار محمد صاحبؓ۔

16-15 سال کی عمر میں ہی آپ کو الہام ہونے لگے اور سچے رؤیا کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ قرآن کریم سیکھنے اور اس پر غور وفکر کرنے سے آپؓ کو عشق تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی وفات کے بعد 14 رمارچ 1914 کو آپ جماعتِ احمدیہ کے دوسرے خلیفہ منتخب ہوئے۔ مہدیٔ آخرالزماںؑ کے موعود بیٹے اور ایک جلیل القدر مصلح ہونے کی علامات آپ کے وجود میں روزِ روشن کی طرح عیاں تھیں۔ آپ کا دورِ خلافت اس لحاظ سے بھی ممتاز حیثیت کا حامل ہے کہ اس کے بارے میں سابقہ انبیاء اور صلحاء کو بھی خدا کی طرف سے بشارتیں دی گئیں تھیں۔ آپؓ کے دور میں جماعت نے بہت ترقی کی۔ اگر اس دور کو کھلے آسمان سے تشبیہ دی جائے تو بلاشبہ اشاعتِ اسلام اور اس کے ذریعے سے مخالفین کی سرکوبی کی منظم جدوجہد اور اس سے متعلق بیّن کشوف والہامات، تحفظ ناموس اسلام وحضرت محمدؐ کے لئے اقدامات، اسلام کو پھیلانے کے لئے مختلف تحریکوں کا اجراء اور جماعت میں قوت عمل بیدار رکھنے اور نظم وضبط کے لئے نظارتوں، تنظیموں اور مجالس کا قیام، مختلف ملکوں میں احمدیہ مشن کا اجراء، قرآن کریم کی تفسیر اور مختلف زبانوں میں تراجم، لٹریچر کی اشاعت اور تقسیم، تمام مسلمانوں کے حقوق کی نگہداشت اور عشق خدا اور رسولؐ سے متعلق لیکچرز۔ کتب اور منظومات وغیرہ جیسے بے شمار چمکتے ہوئے ستارے اس پر جابجا پھیلے ہوئے نظر آتے ہیں۔ آپ کی قیادت میں جماعت کس طرح تیزی سے ترقیوں اور کامیابیوں کی راہ پر گامزن رہی' اس کو تفصیل سے یہاں بیان کرنا مشکل ہے۔ اس دور (1914-1965) کی محض چیدہ چیدہ جھلکیاں درج ذیل ہیں:

﴿1914﴾

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ سورۃ النساء تک درس دے چکے تھے۔ آپ نے سورۃ المائدہ سے بیت اقصیٰ میں درس قرآن کریم کا آغاز فرمایا۔

حضرت چوہدری فتح محمد سیال صاحبؓ نے خواجہ کمال الدین کے مکان میں تبلیغ اسلام کا کام شروع کیا۔

منارۃ المسیح کی تعمیر کا کام دوبارہ شروع ہوا۔

خلافتِ ثانیہ کے دور کا پہلا اشتہار ''کون ہے جو خدا کے کام کو روک سکے'' شائع ہوا۔

﴿1915﴾

خلافتِ ثانیہ کا پہلا جلسہ سالانہ منعقد ہوا اور اس میں حضور نے جو تقاریر فرمائیں وہ ''برکات خلافت'' کے نام سے شائع ہوئیں۔

دوسرا بیرونی مشن ماریشس میں قائم ہوا۔

خلافتِ ثانیہ کا پہلا اخبار ''فاروق'' کے نام سے جاری ہوا۔

لاہور میں احمدیہ ہوسٹل کا قیام ہوا۔

﴿1916﴾

YMCA لاہور کے سیکرٹری مسٹر والٹر اور ایجوکیشنل سیکرٹری مسٹر ہیوم اور وائس پرنسپل ایف سی کالج لاہور مسٹر لیوکس سلسلہ احمدیہ کی تحقیق کے لئے قادیان آئے اور بہت اچھا تاثر لے کر گئے۔
لدھیانہ میں ''دارالبیعت'' کی توسیع ومرمت کے بعد افتتاح ہوا۔
نائیجیریا اور سیرالیون میں احمدیت کے نفوذ کا آغاز ہوا۔
آپ نے احمدیت میں داخل ہونے والوں کی تعلیم وتربیت کی غرض سے رسالہ ''سیرت مسیح موعودؑ'' تصنیف فرمایا۔
احمدی خواتین کے لئے تبلیغی فنڈ کی پہلی تحریک کا قیام ہوا جس میں مستورات کو یہ تاکید کی گئی کہ وہ روزانہ آٹے کی ایک مٹھی علیحدہ برتن میں رکھ دیا کریں اور ہفتہ کے بعد اس کی قیمت قادیان بھجوادیں۔ رفیق مسیح موعودؑ حضرت چوہدری فتح محمد سیال صاحبؓ کی زوجہ محترمہ نے اس تحریک میں فوری حصہ لے کر اس کا عملی طور پر آغاز کیا۔
صادق لائبریری کا قیام۔ اس لائبریری میں حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ کی لاتعداد ذاتی کتب، حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کا کتب خانہ اور تشحیذ اور ریویو کی لائبریریوں کی کتب شامل تھیں۔
حضور کا مشہور ومعروف لیکچر ''ذکرِ الٰہی'' جلسہ سالانہ کے موقعہ پر پیش ہوا۔
مسجد اقصیٰ کی توسیع کی گئی اور منارۃ المسیح کی سفیدی کی تکمیل ہوئی۔

﴿1917﴾

نور ہسپتال کی بنیاد رکھی گئی۔
وقفِ زندگی کی تحریک کا آغاز ہوا جس میں آغاز میں تریسٹھ نوجوانوں نے حصہ لیا۔
نوجوانوں کو تبلیغی تربیت دینے کے لئے ''انجمن ارشاد'' کا قیام عمل میں آیا۔
لائبیریا کے ایک پروفیسر نے احمدیت کا لٹریچر منگوایا اور اس طرح وہاں احمدیت کا پیغام پہنچا۔

﴿1918﴾

صدر انجمن احمدیہ کے کارکنوں کے لئے پراویڈنٹ فنڈ کا نظام شروع کیا گیا۔
حضرت مسیح موعودؑ کے اشتہارات کے مجموعے ''تبلیغ رسالت'' کی اشاعت ہوئی۔

﴿1919﴾

نظارتوں کا قیام عمل میں آیا (نظارت تالیف واشاعت، تعلیم وتربیت، امور عامہ، بیت المال)۔
حضورؓ نے آل انڈیا مسلم کانفرنس میں شمولیت کے لئے ''ترکی کا مستقبل اور مسلمانوں کا فرض'' کے عنوان سے لکھنؤ ایک مضمون بھجوایا۔
قادیان میں یتیم خانہ کا قیام ہوا۔

﴿1920﴾

امریکہ میں باقاعدہ مشن کا آغاز ہوا اور مجلس افتاء قائم کی گئی۔
شکاگو سے مفتی محمد صادق صاحبؓ نے سہ ماہی رسالہ ''دی مسلم سن رائز'' کا اجراء کیا۔
21 رجون میں جماعت میں مبلغین کی کلاس شروع ہوئی۔
حضور نے اپنی مشہور نظم ''نونہالانِ جماعت'' دھرم سالہ کے قیام کے دوران تحریر فرمائی۔

﴿1921﴾

گولڈ کوسٹ (غانا) میں حضرت مولوی عبدالرحیم صاحب نیّر کے ذریعے تبلیغ کا پیغام پہنچا۔ ایک حدیث میں مذکور ہے کہ افریقہ کا ایک شخص خانہ کعبہ پر حملہ کرے گا۔ حضورؓ نے اس خطرے کو ٹالنے کے لئے وہاں تبلیغ کا پروگرام ترتیب فرمایا۔
مخالفین نے حضرت مسیح موعودؑ کے مزار کی بے حرمتی کرنے اور کھودنے کی افواہیں پھیلائیں۔ ان حالات کے پیش نظر آپؓ نے قادیان کی آبادی، بیوت اور بہشتی مقبرہ کی حفاظت کا خاص انتظام فرمایا۔
آپؓ سری نگر محلہ خانیار میں حضرت مسیح ناصریؑ کے مزار پر تشریف لے گئے۔

﴾1922﴿

مصر میں احمدیہ مشن قائم ہوا۔
حضورؓ نے شہزادہ ویلز کو تحفے میں دینے کے لئے ایک کتاب ''تحفۂ شہزادہ ویلز'' تصنیف کی۔
مجلسِ شوریٰ کا نظام جاری ہوا۔
تنظیم لجنہ اماء اللہ کی بنیاد پڑی۔
جماعت میں حفظِ قرآن کی تحریک کا آغاز ہوا اور حضرت مسیح موعودؑ کے ایک پوتے حضرت حافظ مرزا ناصر احمد صاحبؒ نے قرآن کریم حفظ کیا۔
قادیان سے انگریزی اخبار ''البشریٰ'' جاری ہوا۔

﴾1923﴿

لندن میں یورپ کی سب سے پہلی بیت الذکر کی تعمیر عمل میں آئی۔
فقہ احمدیہ حصہ اوّل کی ترتیب وتصنیف ہوئی۔
حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کی تصنیف ''سیرۃ المہدی'' تین حصوں میں مرتب ہوئی۔

﴾1924﴿

حضور مختلف مذاہب کے نمائندوں کی کانفرنس میں شرکت کے لئے امپیریل انسٹی ٹیوٹ لندن تشریف لے گئے۔اس دورے میں آپ قاہرہ، بیت المقدس، دمشق، حیفہ اور روم بھی گئے۔
بیت الفضل لندن کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔
ایران میں دار التبلیغ کا قیام عمل میں آیا۔
لاہور میں پہلی احمدیہ مسجد کی تعمیر عمل میں آئی یہ ''دہلی دروازہ والی بیت'' کہلاتی ہے۔

﴾1925﴿

شام اور فلسطین میں جماعت احمدیہ کے مشن قائم ہوئے۔
قادیان میں مدرسۃ الخواتین کا اجراء ہوا۔
حفاظت کی غرض سے مزار حضرت مسیح موعودؑ کے اردگرد پختہ چار دیواری تعمیر کی گئی۔

﴾1926﴿

پہلی بار حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ کی زیرِ نگرانی ایک جلسہ میں دنیا کی چوبیس زبانوں میں تقاریر کا ترجمہ پیش کیا گیا۔
غریب ویتیم بچوں، محتاجوں اور معذوروں کی مدد کے لئے حضرت میر محمد اسحٰق صاحبؓ نے ''دار الشیوخ'' کے نام سے ایک ادارے کی بنیاد ڈالی۔
حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ کی نشست گاہ اور سیّد ناصر شاہ صاحبؓ کے مکان کے درمیانی قطعہ زمین پر'' قصرِ خلافت'' کی بنیاد رکھی گئی۔
رسالہ ''مصباح'' کی اشاعت کا آغاز ہوا۔

﴾1927﴿

قلیل التعداد جماعتوں کے حقوق کے تحفظ کی تجویز پیش کرنے کے لئے سر محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ کی قیادت میں احمدیوں کا ایک وفد وائسرائے ہند سے ملا۔
تحفظِ ناموس رسولؐ اور مسلمانوں کے ملکی وقومی حقوق کی نگہداشت کے لئے حضور مسلم وغیر مسلم زعماء سے تبادلہ خیالات کے لئے شملہ تشریف لے گئے۔شملہ میں ہی آپ نے جداگانہ انتخاب کے مسئلہ پر قائداعظم محمد علی جناحؒ سے ملاقات کی۔
سفرِ لاہور اور سفرِ شملہ کے دوران آپؓ نے اخبارات کے ایڈیٹرز اور مشہور سیاسی شخصیات سے ہندو مسلم فسادات اور مسلمانوں کے آئندہ طریق کار پر گفتگو فرمائی اور لیکچرز دیئے۔
دشمنانِ اسلام اور دشمنانِ سلسلہ احمدیہ سے متعلق ملنے والی اطلاعات اور متعدد خوابوں کی بناء پر پہلی بار حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی حفاظت کا انتظام کیا گیا۔

1928

نظارتِ تعلیم وتربیت کے تحت قادیان میں مدرسہ احمدیہ، مبلغین کلاس، تعلیم الاسلام ہائی سکول، مدرسۃ البنات، مدرسہ خواتین، متفرق کلاس، درزی خانہ اور احمدیہ ہوسٹل قائم ہوا۔

سیالکوٹ کی لجنہ اماء اللہ نے بچیوں کو عیسائی اسکولوں کے اثرات سے محفوظ رکھنے کے لئے علیحدہ سکول کھولا۔

جامعہ احمدیہ کا قیام عمل میں آیا۔

سیرۃ النبیؐ کے عنوان کے تحت جماعت نے نمایاں کام کئے جس میں حضورؓ کی پراثر تقاریر، عشق رسولؐ سے متعلق حلفیہ بیانات کے علاوہ الفضل کا سیرۃ النبیؐ نمبر بھی شامل ہے۔ اس طرح سے حضورؓ اسپین کے مشہور صوفی حضرت محی الدین ابن عربیؒ کی اس پیشگوئی کے مصداق بنے جس کے الفاظ یہ ہیں:

''آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام محمود کا ظہور حضرت امام مہدی کے ذریعے سے ہوگا۔''(تفسیر ابن عربی سورۃ بنی اسرائیل)

تمام مسلمانانِ عالم کو توجہ دلاتے ہوئے حضورؓ نے جہاد بالقرآن کی اہم تحریک جاری فرمائی۔ اس ضمن میں قادیان میں 8/اگست سے لیکر 8/ستمبر تک بیت اقصیٰ میں سورۃ یونس سے سورۃ کہف تک درس دیا گیا۔ درس گھنٹوں تک جاری رہتا، سامعین کی تعداد 500 تک پہنچ جاتی اور چند علماء توجہ سے نوٹ لیتے اور ان کا امتحان لیا جاتا۔

جماعت کو ''عورت کی عزت'' کی طرف توجہ دلائی اور فرمایا کہ ادنیٰ سے ادنیٰ عورت کی عزت کی حفاظت کی خاطر جان دینے سے بھی گریز نہ کریں کیونکہ یہ شعائر اللہ میں سے ایک ہے۔

کلکتہ میں آل پارٹیز کانفرنس کا انعقاد ہوا، مسلم لیگ کی طرف سے قائد اعظم محمد علی جناحؒ شامل ہوئے اور جماعت احمدیہ کی طرف سے حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ نے نمائندگی کی۔

قادیان میں ریلوے لائن پہنچی اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وہ کشف پورا ہوا جس میں دکھایا گیا کہ ''قادیان ایک بڑا شہر بن گیا ہے اور انتہائے نظر سے بھی پرے تک بازار نکل گئے ہیں۔ پھر آپؑ نے رویاء میں دیکھا کہ قادیان کے بازار میں ہوں اور ریل گاڑی میں سوار ہوں۔'' اور جب پہلی گاڑی قادیان پہنچی تو اس میں خود حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ اور اہل بیت سوار تھے، گاڑی پر متعلقہ الہامات حضرت مسیح موعودؑ کو چسپاں کیا گیا اور بہت دعائیں کی گئیں۔ گاڑی کی سہولت کی وجہ سے جلسہ سالانہ کی حاضری میں خاطر خواہ اضافہ ہوا۔

جماعت احمدیہ آسٹریلیا کا پہلا جلسہ سالانہ منعقد ہوا۔

1930-1929

حضور نے نہرو کمیٹی کی تحریر رپورٹ پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ آزادی ہند کے بعد یہاں پر مستقل اور آزاد نظام قائم ہونا چاہیئے۔ اسی تبصرہ کو بنیاد بنا کر آل مسلم پارٹیز نے اپنا سیاسی مطالبہ پیش کیا۔

گول میز کانفرنس میں چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ نے شرکت کی جس کے بارے میں قائد اعظمؒ فرماتے تھے کہ ''ظفر اللہ خان صاحب کا دماغ خداوند کریم کا زبردست انعام ہے۔''

حضرت مرزا سلطان احمد نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے ہاتھ پر بیعت کی اس طرح مخالفوں کا حضرت مسیح موعودؑ پر اعتراض کہ آپ کے اپنے گھر والے آپ کی مخالفت کرتے ہیں' غلط ثابت ہوا۔ اور اس واقعہ سے حضرت مسیح موعودؑ کے متعدد الہامات پورے ہوئے۔

1931

قصرِ خلافت کی حفاظت کا انتظام کیا گیا۔

حضورؓ نے ''ابن الفارس'' کے قلمی نام سے ایک ادبی رسالے ''ادبی دنیا'' میں مضامین لکھے۔

آپ نے پانچ روز میں ''تحفہ لارڈ ارون'' کے نام سے کتاب لکھ کر وائسرائے لارڈ ارون کو ان کے ہندوستان سے رخصت ہونے پر تحفہ میں دی۔

آپ نے ہدایت جاری فرمائی کہ غیر مسلموں کو قرآن کریم کی طباعت اور فروخت سے روک دینا چاہیئے اور مسلمانوں کو کسی غیر مسلم کا چھپا ہوا قرآن کریم نہیں خریدنا چاہیئے۔

جماعتِ احمدیہ کے چالیس سال پورے ہونے پر اس طرح جوبلی منانے کی ہدایت فرمائی کہ سال حال تبلیغ کے لئے مخصوص کردیں اور ہر بالغ احمدی تہجد پڑھے اور اگر روزانہ بھی اس پر عمل ہوسکے تو جمعہ کی رات اس کے لئے مخصوص کرلیں۔

خاندانِ مسیح موعودؑ میں سات بچوں کے ختم قرآن اور ایک بچے کی حفظ قرآن پر آمین کی مبارک تقریب ہوئی۔

سری لنکا میں جماعتِ احمدیہ کا مشن قائم ہوا۔

احمدیہ مشن سیلون سے سنہالیز زبان میں لٹریچر شائع ہونا شروع ہوا اور آپؓ کی اس سے متعلق وہ خواب پوری ہوگئی جس میں ایک تحریر آپ کو دکھائی گئی اور اس میں یہ ذکر ہے کہ اب ہمارے سلسلہ کا لٹریچر سنہالیز میں بھی شائع ہونا شروع ہوگیا ہے۔

جاوا میں احمدیہ مشن کا قیام عمل میں آیا۔

حضرت مسیحؑ کے سفرِ کشمیر کے متعلق جماعتِ احمدیہ کے محققین نے ریسرچ کی جن کے نام یہ ہیں: حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ حضرت محمد یوسف صاحب، حضرت مولانا جلال الدین شمس صاحب، خواجہ نذیر احمد صاحب، حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ، شیخ عبدالقادر صاحب اور محقق عیسائیت محمد اسداللہ صاحب کاشمیری۔

آپ نے عملی طور پر آزادیٔ کشمیر میں دلچسپی لی اور مسلمانانِ کشمیر کی خاطر علامہ اقبال اور خواجہ حسن نظامی کی طرف سے کشمیر کمیٹی کی صدارت کی پُر زور پیشکش کو قبول فرمایا۔ ہر احمدی ایک پائی فی روپیہ کشمیر ریلیف فنڈ کے لئے ادا کرتا رہا۔ 14 راگست کو یومِ کشمیر منایا گیا اور قادیان میں حضرت سیدہ مریم بیگم صاحبہ کی صدارت میں خواتین کا یومِ کشمیر کا جلسہ ہوا۔ آزادیٔ کشمیر کی تحریک پر عمل کرنے کے نتیجہ میں ڈوگرہ مظالم سے زخمی ہونے والوں کے علاج معالجے، اسیران کشمیر کے اہل وعیال کی دیکھ بھال کی طرف بھی آپؓ نے خصوصی توجہ فرمائی۔ سیالکوٹ کشمیر کمیٹی کے جلسہ میں مخالفین کی سنگباری سے تقریباً ہر احمدی زخمی ہوا اور حضورؓ کے ہاتھ پر بھی تین پتھر آ کر لگے۔

﴿1932﴾

آپؓ نے قادیان میں مکان بنانے کی تحریک جاری فرمائی جس کے نتیجہ میں محلّہ ''دارالانوار'' آباد ہوا اور اس میں حضور نے اپنے مکان ''دارالحمد'' کی بنیاد رکھی۔ حضرت اماں جانؓ کی ''بیت نصرت'' اور چوہدری ظفر اللہ خان صاحب کی ''بیت ظفر'' بھی تعمیر ہوئیں۔ بعدازاں گیسٹ ہاؤس اور خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا دفتر بھی بنایا گیا۔

جماعتِ احمدیہ کے زیرِ اہتمام ہندوستان میں سیرۃ النبیؐ کے موضوع پر جلسے منعقد ہوئے۔

جماعتِ احمدیہ کی تبلیغ کیلئے ریزور فنڈ کی بنیاد رکھی اور اس کے نتیجہ میں سندھ میں 5 ہزار ایکڑ زمین خریدی گئی اور دو اسٹیٹس، احمد آباد اور محمود آباد، بنائی گئیں۔

قادیان میں ٹیلیفون کا نظام نافذ ہوا اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ، ناظر صاحب دعوۃ وتبلیغ، ناظر اعلیٰ صاحب، ناظر صاحب بیت المال اور ایڈیٹر صاحب الفضل کے دفاتر میں فون لگے۔

﴿1933﴾

مرکز میں صیغہ نشر واشاعت کا قیام عمل میں آیا۔

قائداعظم محمد علی جناحؒ نے بیت فضل لندن میں ''ہندوستان کا مستقبل'' کے عنوان سے تقریر کی۔ آپؒ لندن میں مستقل رہائش کا ارادہ رکھتے تھے لیکن خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی تحریک پر آپؒ واپس پاکستان تشریف لائے اور تحریکِ آزادیٔ پاکستان جاری رہی۔

﴿1934﴾

حضرت مسیح موعودؑ کے الہامات وکشوف کو ''تذکرہ'' کے نام سے جمع کرنے کا انتظام ہوا۔

''الحکم'' اخبار کا دوبارہ اجراء ہوا۔

لائل پور میں گول منشی محلہ بھوانہ بازار اور امین بازار کے درمیان ''بیت فضل'' لائلپور کی تعمیر عمل میں آئی۔ اس کے لئے کتبہ کی تحریر حضورؓ نے اپنے ہاتھ سے لکھی جو آج بھی اس کی دیوار میں کندہ ہے۔

﴿1935﴾

قادیان میں دفعہ 144 کو نافذ کیا گیا۔ یہ پابندی 30 رجنوری سے لیکر 2 راپریل تک جاری رہی اور اس کے نتیجہ میں نہتے احمدیوں کی گرفتاری، منظم صورت میں بائیکاٹ، جلسے اجلاس پر پابندی، ارتداد کی افواہیں، گھروں کو لوٹنا اور مار پیٹ جیسے ظلم روا رکھے گئے۔ احراریوں کے فسادات کے نتیجہ میں احمدیوں کو سخت ظلموں کا سامنا کرنا پڑا۔ اور اس وقت حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ پر قاتلانہ حملہ بھی ہوا۔

تحریکِ جدید کا اجراء ہوا۔ اس تحریک کے مطابق 19 مطالبات جماعت کے سامنے پیش کئے گئے جس کا لب لباب یہ تھا کہ سادہ زندگی بسر کی جائے اور جس حد تک ممکن ہو اپنے آپ کو اپنے خرچ پر تبلیغ کے لئے وقف کیا جائے۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے خود انتہائی مؤثر رنگ میں ان قربانیوں کا عملی نمونہ قائم کیا۔

احراریوں نے شدت سے احمدیت کو نقصان پہنچانے کے لئے احمدیوں پر ہتکِ رسولؐ اور ہتکِ مکہ معظمہ کے جھوٹے الزامات لگائے۔ حضورؓ نے قرآن وحدیث کی روشنی میں ان اعتراضات کا جواب دینے کے لئے انہیں مباہلہ کی دعوت دی جس میں حق کی فتح ہوئی۔

﴿1936﴾

مولوی رمضان علی صاحب کے ذریعے جنوبی امریکہ میں احمدیہ مشن کا آغاز ہوا۔

حضورؓ نے قادیان میں اجتماعی وقارِ عمل کا آغاز فرمایا۔

اس سال سلطان القلم حضرت مسیح موعودؑ کے پندرہ رفقاء کا انتقال ہوگیا۔ مجلسِ انصار سلطان القلم قائم کی گئی۔ اس مجلس کے ہر ممبر کے لئے یہ ضروری قرار دیا گیا کہ وہ کم از کم ہر ماہ ایک مضمون اخبار ''الفضل'' کے لئے لکھے۔

﴾1937﴿

گیسٹ ہاؤس قادیان کا سنگِ بنیاد رکھا گیا۔

حضورؓ نے ''انقلابِ حقیقی'' کے نام سے تقریر فرمائی جس میں اسلامی تمدن سے متعلق احکامات دیئے اور احمدیوں کو تاکید کی کہ وہ اپنی لڑکیوں اور رشتہ دار عورتوں کو جائیداد میں سے وہ حصہ دینگے جو اللہ اور اس کے رسولؐ نے مقرر فرمایا ہے۔

اس سال حضرت مسیح موعودؑ کے مزید گیارہ رفقاء وفات پاگئے۔حضورؓ نے روایات رفقائے مسیح موعودؑ کو محفوظ کرنے کی تحریک فرمائی۔

دارلتبلیغ سیرالیون قائم ہوا اور وہاں پہلا احمدیہ سکول قائم کیا گیا۔

جاپان، فلسطین، انڈونیشیا اور چین کے ممالک میں مبلغین بھجوائے گئے۔

تحریک جدید کے مطالبات میں اضافہ کیا گیا۔

﴾1938﴿

مجلس خدام الاحمدیہ قائم کی گئی' انتظامی امور کے لحاظ سے اس مجلس کے کاموں کو وقارِ عمل، خدمتِ خلق، تبلیغ۔تربیت و اصلاح۔تعلیم اطفال، صحتِ جسمانی۔تجنید۔مال۔اشاعت اور اعتماد کے شعبہ جات میں منقسم کیا گیا اور اس کا پہلا سالانہ اجتماع اسی سال منعقد ہوا۔

اس سال سفرِ حیدر آباد کے دوران آپؓ نے قدیم تاریخی یادگاروں اور عمارتوں کا مشاہدہ فرمایا اور انہی مادی یادگاروں سے آپ پر عالمِ روحانی کا انکشاف ہوا۔

قادیان کی بیت اقصیٰ میں پہلی بار لاؤڈ اسپیکر کی تنصیب ہوئی۔

مولانا جلال الدین شمس صاحبؓ نے لندن میں بذریعہ ایک اشتہار قبرِ مسیحؑ کا اعلان کیا۔

﴾1939﴿

اس سال فروری میں مجلس ناصرات الاحمدیہ کا قیام عمل میں آیا۔

رفقائےؓ مسیح پاکؑ کے چندہ سے لوائے احمدیت تیار کروایا گیا اور پہلی بار اس کو خلافت کی سلور جوبلی کے موقعہ پر لہرایا گیا۔اس کے علاوہ حضرت مصلح موعودؓ نے اس سال خدام الاحمدیہ اور لجنہ اماءاللہ کے جھنڈے بھی لہرائے۔

﴾1940﴿

آپؓ نے جنوری میں تقویم ہجری شمسی کا اجراء کیا۔

بعض احمدیوں کو خواب میں دکھایا گیا کہ حضورؓ کی وفات کا وقت قریب ہے اور یہ وقت صدقات سے ٹل سکتا ہے۔اس پر حضورؓ نے صدقات کا انتظام فرمایا اور وصیت بھی تیار کروا کر الفضل میں شائع کروادی۔دُعائیں اور صدقات قبول ہوئے اور سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا پر شفقت سایہ جماعت پر قائم رہا۔

مجلس انصار اللہ کا قیام عمل میں آیا جس کے سب سے پہلے صدر حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ تھے۔

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے نقشہ ماحول قادیان تیار کیا۔

دسمبر میں تفسیرِ کبیر جلد سوئم کی اشاعت ہوئی۔حضرت مسیح موعودؑ کے ایک خواب کی بناء پر قرآن کریم کی اس تفسیر کا نام 'تفسیر کبیر' رکھا گیا۔اس خواب میں آپؑ نے ایک چوغہ زریں دیکھا جو ایک کتاب میں بدل گیا جسے تفسیر کبیر کہتے ہیں۔

﴾1941﴿

حضورؓ نے آل انڈیا ریڈیو اسٹیشن سے عراق کے حالات سے متعلق تقریر فرمائی۔

1938 میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے تذکرہ کے مطالعہ کے بعد اس احساس کا اظہار کیا تھا کہ جماعت کو قادیان سے ہجرت کرنا پڑے گی۔حضورؓ نے 12 ردسمبر 1941 کے خطبہ جمعہ کے موقعہ پر اس کا ذکر فرمایا۔

﴾1942﴿

اس سال ماہنامہ فرقان کا اجراء ہوا جس کے ایڈیٹر مولانا ابوالعطاء صاحب جالندھری مقرر ہوئے۔حضرت مصلح موعودؓ نے شعائرِ اسلامی کے احترام کے لئے ایک اہم ارشاد فرمایا کہ ڈاڑھی منڈوانے والے احمدیوں کو کسی عہدہ کے لئے منتخب نہ کیا جائے۔

حضور نے ''نظامِ نو'' کے عنوان سے متعدد مواقع پر خطابات فرمائے۔

﴾1943﴿

ایک اجتماع کے موقعہ پر آپ نے تالیاں بجانے پر نوجوانوں سے ناراضگی کا اظہار فرمایا۔
مخلوط تعلیم کے خلاف مؤثر انداز میں آواز بلند کی۔

﴾1944﴿

آپ پر ایک رویاء کے ذریعے سے ''مصلح موعود'' ہونے کا الٰہی انکشاف اس سال ہوا گو کہ آپ پہلے سے اس بات پر یقین رکھتے تھے کہ سبز اشتہار کی پیشگوئی کے مصداق آپ ہی ہیں۔سب سے پہلے قادیان میں اس انکشاف کا اعلان کیا گیا بعد از اں مختلف مقامات پر دعویٰ مُصلح موعود کے جلسوں کا انعقاد ہوا۔
خاندانِ مسیح موعودؑ کے افراد کو ان کا اس آخری موعودؑ کی نسل میں سے ہونے کا احساس دلاتے ہوئے آپؓ نے انہیں نصیحت کی کہ وہ اپنی زندگیاں کلیۃً اسلام کے لئے وقف کرتے ہوئے وقفِ زندگی کی تحریک میں حصہ لیں۔
آپ نے دنیا کی سات مشہور زبانوں میں قرآن مجید کے تراجم کرنے کی تحریک جاری فرمائی۔
مجالس علم وعرفان کا آغاز بھی اسی سال سے ہوا۔

﴾1945﴿

آپؓ نے جماعت میں اعلیٰ علمی، مذہبی اور سائنسی دلچسپی پیدا کرنے کے لئے مجلس مذہب وسائنس کا انعقاد فرمایا اور اس کا پہلا اجلاس حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ کی صدارت میں ہوا۔مزید براں تعلیم الاسلام ریسرچ سوسائٹی اور تعلیم الاسلام کالج کی بنیاد بھی رکھی گئی۔
آپؓ نے دعاؤں کی طرف توجہ دلاتے ہوئے چالیس دن تک عشاء کی آخری رکعت میں اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَجْعَلُکَ فِیْ نُحُوْرِ ھِمْ وَنَعُوْذُبِکَ مِنْ شُرُوْرِھِمْ پڑھنے کی تحریک فرمائی۔
1945 میں آپ نے جماعت احمدیہ میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کی سکیم پیش کرتے ہوئے نصیحت فرمائی کہ ہم تبلیغی جماعت ہیں اور ہمارا سو فیصدی پڑھا لکھا ہونا ضروری ہے۔

﴾1946﴿

1946 میں حضورؓ نے یہ تحریک جاری فرمائی کہ زیادہ سے زیادہ حفاظ پیدا کریں' قرآن کریم سیکھیں' پڑھیں اور ترجمہ سکھائیں۔
متحدہ ہندوستان کی آخری مجلس مشاورت میں آپؓ نے حفاظتِ مرکز کے لئے قربانی کی تحریک جاری فرمائی۔
اسی سال جماعتِ احمدیہ کی طرف سے قرآن کریم کا پہلا ابتدائی انگریزی ترجمہ (سورۃ فاتحہ سے لیکر سورۃ کہف تک) شائع ہوا۔

﴾1947﴿

آپؓ نے 31راگست 1947 کو ہندوستان سے پاکستان کی طرف ہجرت فرمائی۔اس وقت حضرت مسیح موعودؑ کے الہامات پورے ہوئے اور وہ رویاء پوری ہوئی جس میں یہ بتایا گیا تھا کہ آپؑ یا آپؑ کا کوئی خلیفہ ہجرت کرے گا۔قادیان کے مہاجرین نے لاہور میں رتن باغ، جودھامل بلڈنگ، جسونت بلڈنگ اور سیمنٹ بلڈنگ میں رہائش اختیار کی۔
پاکستان سے روزنامہ الفضل کا اجراء ہوا۔

﴾1948﴿

حضور نئے مرکز کی زمین دیکھنے کے لئے 18راکتوبر کو روانہ ہوئے۔11رجون 1948 کو ربوہ جس کا پرانا نام چک ڈھگیاں تھا، کی زمین کی خرید کی منظوری ملی۔پہلے پہل یہاں پر آنے والے احمدیوں کو دیگر انتظامی مسائل کے ساتھ ساتھ زندگی کی بنیادی ضروریات کے فقدان کے مسائل کا بھی سامنا کرنا پڑا۔پانی کی کمیابی کافی پریشان کن مسئلہ بن گیا تو چند احمدی افراد نے خود نلکے کھودنے کا کام شروع کیا اور خدا کے فضل سے 11راکتوبر 1948 کو ربوہ کی سرزمین سے پانی نکل آیا۔یہ پانی صحت کے لئے نقصان دہ تھا۔آپؓ کو 21راپریل کو ایک الہامی شعر کے ذریعے سے صاف پانی نکل آنیکی خوشخبری دی گئی جو پوری ہوگئی۔وہ شعر یہ ہے ؎

جاتے ہوئے حضور کی تقدیر نے جناب پاؤں کے نیچے سے مرے پانی بہا دیا

ربوہ کی پہلی عمارت سات کمروں پر مشتمل تھی جس میں لنگر خانہ کی گندم کا سٹاک اور لائبریری کی کتابیں رکھی گئیں۔قیامِ پاکستان کے بعد ذیلی تنظیموں میں سے سب سے پہلے خدام الاحمدیہ نے اپنا دفتر لاہور میں قائم کیا۔
1948 میں حضور نے سیالکوٹ، جہلم، کراچی، پشاور، راولپنڈی اور کوئٹہ کا دورہ کیا۔
نصاب کمیٹی حکومت پنجاب کے مطالبہ پر آپ نے تعلیمی نصاب میں تجاویز پیش کرنے کے لئے ایک کمیٹی مقرر فرمائی۔ان تجاویز میں اس نصاب کے دینی حصہ میں قرآن مجید ناظرہ، قرآن شریف کی چھوٹی سورتیں اور دعائیں، آنحضور ﷺ کی مختصر سوانح اور اسلامی اخلاق جیسے عنوانات شامل تھے۔

امریکن احمدیوں کا پہلا جلسہ سالانہ 1948 میں ڈیٹن میں ہوا۔

﴿1949﴾

1949 میں ربوہ میں اسٹیشن کی تعمیر ہوئی اور پہلی ٹرین آ کر رکی۔

3/اکتوبر 1949 کو مسجد مبارک ربوہ کا سنگِ بنیاد رکھا گیا۔

چونکہ حکومت نے ''الفضل'' کی اشاعت پر پابندی لگادی تھی اس لئے ایک اور اخبار ''الرحمت'' (لاہور سے) جاری کیا گیا۔

﴿1950﴾

رسالہ ''مصباح'' جو 1947-1950 کے دوران بند رہا، دوبارہ 1950 میں جاری ہوگیا۔

ربوہ کو باقاعدہ ریلوے اسٹیشن تسلیم کیا گیا۔

﴿1951﴾

1951 میں احمدی خواتین کی تعلیم کے لئے جامعہ نصرت ربوہ کا قیام عمل میں آیا۔

اسی سال ربوہ میں ٹیلیفون کا نظام جاری کیا گیا اور سب سے پہلے ربوہ سے قادیان فون کیا گیا۔

﴿1952﴾

1952 میں افتاء کمیٹی کا احیاء ہوا جس کے ابتدائی ممبر 15 تھے۔

حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ کا اپریل 1952 میں انتقال ہوگیا۔ حضرت مسیح پاکؑ کے کُرتے میں آپ کی تکفین ہوئی اور قادیان سے لایا ہوا لٹھے کا کپڑا اوپر دینے کے لئے استعمال کیا گیا۔

﴿1953﴾

1953 میں اسلامی لٹریچر کی اشاعت کے لئے دو کمپنیاں بنائی گئیں: الشرکۃ الاسلامیہ لمیٹڈ اور اورینٹل اینڈ ریلیجس پبلشنگ کارپوریشن لمیٹڈ۔

مئی کے مہینے میں خلافت لائبریری ربوہ کا قیام ہوا۔

احراریوں کے ساتھ ساتھ جماعتِ اسلامی کے تحت ''ناموس رسولؐ'' اور ''ختم نبوت'' کے نام نہاد محافظوں نے احمدیوں کے گھروں کو آگ لگائی، ریل کی پٹڑیاں اکھاڑ دیں، سرکاری املاک نذرِ آتش کیں اور احمدیوں کی جان و مال کو حتی المقدور نقصان پہنچانے کی کوشش کی۔

ربوہ میں صدر انجمن احمدیہ پاکستان اور تحریک جدید انجمن احمدیہ پاکستان کے دفاتر کا افتتاح ہوا۔

﴿1954﴾

قیام پاکستان سے قبل حضور پر پانچ قاتلانہ حملے ہو چکے تھے۔ قیام پاکستان کے بعد 10/مارچ 1954 کو پونے چار بجے بعد نمازِ عصر مسجد مبارک ربوہ میں عبدالحمید ولد منصب دار نے چاقو سے آپ پر حملہ کر دیا۔ آپ کے مبارک خون کے چھینٹے حضرت ابوالعطاء صاحب سید داؤد احمد صاحب اور مولوی عبدالرحمٰن انور صاحب کے کپڑوں پر بھی پڑے۔ اس حملہ کی رات آپ نے جماعتِ احمدیہ کے نام انگریزی میں ایک پیغام تحریر فرمایا جو 12/مارچ کو ''المصلح'' کی اشاعت میں شائع ہوا۔

7/اکتوبر 1954 میں چوہدری سر ظفر اللہ خان صاحبؓ عالمی عدالت کے جج منتخب ہوئے۔ آج تک کسی پاکستانی مسلمان کو ایسا اعزاز نہیں ملا۔

ربوہ میں بجلی کی سہولت، جامعۃ المبشرین، تعلیم الاسلام کالج کی تعمیر، تحریک جدید کے تحت ناروے اور سویڈن میں احمدیہ مشن کا قیام۔

﴿1955﴾

سیرالیون، سرزمین ہالینڈ اور یوگنڈا میں مشن ہاؤس قائم ہوئے۔

زیورک میں حضورؓ نے 4 خطبوں میں سورۃ فاتحہ کی وہ تفسیر جو آپؓ کو خدا کی طرف سے سکھائی گئی تھی، جماعت کے سامنے پیش فرمائی اور آپؓ نے اس سورۃ کے مضامین کو ''کمیونزم اور کیپٹلزم کے مقابلہ کا گُر'' کے عنوانات سے مربوط کر کے بیان فرمایا۔

﴿1956﴾

1956 میں حضور نے فضلِ عمر ہسپتال اور مجلس انصار اللہ کے دفتر کا سنگِ بنیاد رکھا۔

اسی سال ربوہ میں انٹرنیشنل پریس ایسوسی ایشن کا اجلاس ہوا جس میں امریکہ، انڈونیشیا، مشرقی افریقہ، مغربی افریقہ، سیلون، یورپ، ہندوستان اور پاکستان سے شائع ہونے والے

اخبارات کے نمائندوں نے شرکت کی۔ چوہدری ظفر اللہ خان صاحبؓ نے بھی اس اجلاس میں شرکت کی۔

سیرالیون، جرمنی، فلپائن اور سکنڈے نیویا میں جماعتیں قائم ہوئیں۔

لندن اور سیرالیون میں لجنہ اماء اللہ کا قیام اور ان کا پہلا اجلاس اسی سال کا حصہ ہیں۔

﴿1957﴾

وقفِ جدید کی تحریک جاری ہوئی جس کا مقصد یہ تھا کہ پورے پاکستان میں معلمین کا جال پھیلا دیا جائے اور ہمارے معلم جگہ جگہ پر مدرسے کھولنے کا انتظام کریں۔

﴿1958﴾

1958 میں انڈونیشیا، جاوا، سماٹرا، اور کبو مین میں جماعتوں کا قیام ہوا۔

﴿1959﴾

17 رمئی 1959 کو حضورؓ نے جماعت کے نام پیغام میں فرمایا کہ اسلام کیلئے اپنی زندگیاں وقف کریں اور اسلام کا پیغام پوری دنیا میں پھیلا دیں۔ اسی موقعہ پر اپنی اولاد کے نام پیغام کے دوران آپ نے فرمایا کہ میری، میری اماں جان (خدا آپ سے راضی ہو) کی اور میری بیویوں کی نعشوں کو قادیان پہنچانا تم پر فرض ہے۔

﴿1960﴾

جماعتِ احمدیہ کو برما کے دارالحکومت رنگون میں مشن ہاؤس قائم کرنے، سیرالیون میں تین نئی جماعتیں قائم کرنے اور دو اہم زبانوں (مشرقی افریقہ کی زبانیں ''لیکو'' اور ''لو'') میں قرآنِ کریم کے تراجم کی توفیق ملی۔

﴿1961﴾

مشرقی افریقہ کے ایک ملک میں جماعت قائم ہوئی۔

﴿1962﴾

صدر لجنہ مرکزیہ حضرت سیدہ ام متین صاحبہ نے نصرت گرلز ہائی سکول ربوہ کا سنگِ بنیاد رکھا۔ اسی سال ربوہ میں دارالیتامیٰ اور افریقہ کے ملک نائیجیریا کے شہر کانو میں احمدیہ مسلم ہسپتال کا قیام عمل میں آیا۔

حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ نے اپنے دستِ مبارک سے زیورچ (سوئٹزرلینڈ) میں پہلی بیت الحمد کا سنگِ بنیاد رکھا۔ سیرالیون کے شہر باڈو اور کلکتہ کو بھی اللہ تعالیٰ نے بیت الحمد سے نوازا۔

﴿1963﴾

حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ کو عالمی جنرل اسمبلی کا صدر منتخب کیا گیا (بعد میں 1963 میں آپ کو نو سال کے لئے عالمی عدالت کا جج منتخب کیا گیا)۔

اس سال جلسہ سالانہ کے موقعہ پر ربوہ میں رفقائے مسیح موعودؑ اور دوسرے احمدی افراد نے مل کر دفتر وقفِ جدید کی تعمیر کا آغاز کیا۔

حکومت نے حضرت مسیح موعودؑ کی تصنیف ''سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب'' کی ضبطی کا حکم دیا۔ اس کے ردِعمل میں پوری دنیا کے احمدیوں نے حکومت سے اس کی ضبطی کا فیصلہ واپس لینے کا مطالبہ کیا اور خدا کے فضل سے اس مقصد میں کامیاب رہے۔ اس سال ایک اور افسوسناک واقعہ پیش آیا۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ''قمر الانبیاء'' کی 2 رستمبر کو لاہور میں وفات ہوگئی۔ ان کے نام سے اسی سال قمر الانبیاء فنڈ قائم کیا گیا۔

﴿1964﴾

خلافتِ ثانیہ کے پچاس سال مکمل ہونے پر گولڈن جوبلی منانے کے لئے تمام دُنیا کی احمدی جماعتوں میں تقاریب منعقد ہوئیں۔ خلافتِ ثانیہ کے اس سال کے آخر میں ربوہ میں بیت اقصیٰ کی تعمیر کا منصوبہ پیش ہوا، لنگر خانہ کی نئی عمارت کی بنیاد رکھنے کے لئے ایک نئی مَد کھولی گئی۔ غانا میں نئی جماعتوں کا قیام عمل میں آیا۔ گولڈن جوبلی کے موقعہ پر لجنہ اماء اللہ نے حضور سے تحفہ کے طور پر ایک مسجد کی تعمیر کا عہد کیا اور فوراً ہی بیشتر ممبرات نے وعدہ جات کی نقد ادائیگی کر دی۔

﴿1965﴾

اپنی زندگی کے آخری سال کے آخری ایام میں بھی حضور جماعت کی ترقی کے لئے ہر دم کوشاں رہے۔ امریکہ کے شہر ڈیٹن اوہائیو میں خانہ خدا کی تعمیر کا انتظام ہوا، انگلستان میں ساؤتھ ہال کی نئی بیت الحمد کا افتتاح ہوا، ربوہ میں تعلیم القرآن کلاس کا اجراء اور خلافتِ ثانیہ کی آخری (یعنی چھیالیسویں) مجلس مشاورت کا انعقاد ہوا۔ 7-8 رنومبر کی درمیانی شب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی اپنے مولائے حقیقی سے جا ملے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ آپؓ بہشتی مقبرہ ربوہ میں حضرت اماں جانؓ کے پہلو میں مدفون ہیں۔

(ماخوذ از ''صد سالہ تاریخ احمدیت'')

”شوکت تمہارا کیا حال ہوگا جب تم لندن میں کھڑی ہو کر برقعہ پہن کر تقریر کرو گی“

مکرمہ امتہ الرشید شوکت صاحبہ
اہلیہ مکرم سیف الرحمان صاحب

لمبا عرصہ رسالہ مصباح کی مدیرہ رہیں اور جماعتی خدمت کی توفیق ملتی رہی

(امتہ اللطیف زیروی)

”شوکت تمہارا کیا حال ہوگا جب تم لندن میں کھڑی ہو کر برقعہ پہن کر تقریر کرو گی“

یہ الفاظ 1946 میں سیدنا حضرت مصلح موعودؓ نے قادیان میں امتہ الرشید شوکت صاحبہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمائے۔ کہاں لندن اور کہاں ہندوستان کی ایک گمنام بستی اور وہاں کی باسی سلسلہ احمدیہ کی ایک ادنیٰ خادمہ جسے لندن تو درکنار قادیان سے چند میل باہر تک بھی جانے کا اتفاق نہیں ہوا تھا۔ ایسے میں یہ جملہ خواب وخیال کی دنیا ہی معلوم ہوتا تھا۔ پس بات آئی گئی ہوگئی اور زندگی اپنی ڈگر پر چلتی رہی!

31 سال بعد خدا تعالیٰ کی تقدیر حرکت میں آئی اور حضرت مصلح موعودؓ کے منہ مبارک سے نکلے ہوئے الفاظ عجیب شان سے پورے ہوئے جس کی تفصیل اسی مضمون کے آخر پر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی مبارک صحبت میں منعقدہ ایک اردو کلاس کے حوالہ سے پیش کی جائے گی۔

اپنی مرحومہ والدہ کی یادوں کا ذکر کرنے بیٹھی ہوں تو جہد مسلسل، قربانی، ایثار اور بے لوث خدمت کے واقعات کا ایک طویل سلسلہ نظروں کے سامنے بکھرا پڑا ہے۔ محبتوں اور عقیدتوں کا ایک سیل رواں ہے جسے کما حقہ سمیٹنا میرے بس کی بات نہیں ہے۔ چند ایک باتیں ہیں، محبت کی کچھ یادیں ہیں جو ان کے حسن سیرت کے کچھ پہلوؤں کو اجاگر کرتی ہیں۔ انہی کے سہارے ان کی یاد کا حق ادا کرنے کی یہ ایک کوشش ہے۔

میری والدہ امتہ الرشید شوکت صاحبہ جو 31 جنوری 1999 کو کیلگری کینیڈا میں وفات پا گئیں تھیں۔ مئی 1920 کو قادیان میں پیدا ہوئیں۔ وہ سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کے ایک قریبی رفیق حضرت میاں جمال الدین سیکھوانیؓ (جن کے اخلاص کا ذکر حضرت مسیح موعودؑ نے ملفوظات میں فرمایا ہے) کی صاحبزادی سارہ بیگم صاحبہؓ صحابیہ حضرت مسیح موعودؑ کی بیٹی تھیں۔ والد کا نام محترم منشی چراغ دین تھا۔ سارہ بیگمؓ ان رفیقات میں سے تھیں جنہوں نے ”لوائے احمدیت“ کے لئے سوت کاتا تھا۔

ابتدائی تعلیم قادیان کے دینی ماحول میں حاصل کی اور آغاز ہی سے سلسلہ کی خدمت کے لئے کمربستہ ہوگئیں۔ آٹھویں جماعت کے بعد حضرت مصلح موعودؓ کی جاری فرمودہ دینیات کلاس کی پہلی فصل (کلاس) میں شامل ہوئیں اور اعزاز کے ساتھ کورس مکمل کیا۔

حضرت اماں جانؓ نے کامیابی پر آپ کو میڈل عطا فرمایا جسے حضرت سیدہ ام طاہر مریم بیگم صاحبہ نے آپ کو عنایت فرمایا۔

اکتوبر 1942 کو آپ کا نکاح حضرت مصلح موعودؓ نے محترم ملک سیف الرحمان صاحب مفتی سلسلہ سے پڑھایا۔ اس سے متعلق وہ اپنی یادداشتوں میں لکھتی ہیں۔

”18/اکتوبر 1942 کو ہماری شادی ہوئی اور حضرت مصلح موعودؓ بارات کے ساتھ ہمارے غریب خانہ پر تشریف لائے اور رشتہ کے بابرکت ہونے کی دعا کی۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جب میں شادی کا جوڑا پہن کر تیار ہوئی تو حضرت ام طاہر نے عطر جوان کا اپنا تھا اپنے ہاتھوں پر لگا کر میرے کپڑوں پر اس کی خوشبو لگائی۔ (ان کے ہاتھوں کا لمس میں آج تک محسوس کرتی ہوں) 19/اکتوبر کو دعوت ولیمہ میں حضرت مصلح موعودؓ نے شرکت فرمائی اور بعض خواتین مبارکہ نے بھی۔ حضرت اماں جانؓ کی خدمت میں کھانا بھجوایا گیا۔ آپؓ نے پسند فرمایا گو کہ کھانا صرف نان، آلو گوشت اور زردہ پر مشتمل تھا۔

شادی کے بعد تعلیم وتدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔ اور ابا جان مرحوم سے بھی حدیث، عربی اور قواعد صرف ونحو کی تعلیم حاصل کی اور ساتھ ہی میٹرک کا امتحان بھی کامیابی سے مکمل کیا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے نہایت کامیاب زندگی گزاری۔ سب کی خدمت پر ہمیشہ کوشاں رہیں۔ قریباً 18 سال تک ماہنامہ مصباح کی مدیرہ

رہیں۔ جماعت کے قائم کردہ فضل عمر ماڈل سکول میں دینیات اور عربی کی ٹیچر رہیں۔ ابا جان مرحوم کے شانہ بشانہ نہایت مجاہدانہ، پر مشقت اور فعال زندگی بسر کی۔ جب سے میں نے ہوش سنبھالا اور پھر ان کی آخری عمر تک میں نے انہیں ہمیشہ سلسلہ کے کاموں اور قرآن کریم کی درس و تدریس میں مشغول پایا۔ شادی کے بعد تعلیم بھی حاصل کی، سکول میں ملازمت بھی کی۔ آٹھ بچے پیدا ہوئے، ان کی پرورش کی، مصباح رسالہ کی ایڈیٹر رہیں، ساتھ ساتھ لجنہ کے کام بھی کئے۔ آج کے زمانہ کی طرح کوئی دنیاوی سہولت بھی میسر نہ تھی۔ مگر میں نے انہیں ہمیشہ ہر حال میں صابرہ و شاکرہ ہی پایا۔

مجھے یاد ہے جب 1949 میں ہم ربوہ منتقل ہوئے اور آغاز خیموں میں قیام سے ہوا۔ پھر کچے مکان بنے۔ ربوہ میں اس وقت بجلی بھی نہ تھی۔ شدید گرمی کے موسم میں ہمارے کچے کمرے تنور کی طرح تپا کرتے تھے۔ اس وقت کی ایک یاد اب بھی میرے ذہن میں محفوظ ہے۔ کمرہ کی چھت کے ساتھ ایک متحرک لکڑی باندھ کر جس کے نیچے کپڑے کی ایک جھالر لگی ہوتی تھی، رسی کے ساتھ جب اس لکڑی کو ہلایا جاتا تھا تو کپڑا ہلنے سے کمرے میں ہوا محسوس ہوتی اور یوں پنکھے کا کام لیا جاتا تھا۔ میری پیاری ماں ہم سب کے آرام کے لئے اکثر لیٹے لیٹے اپنے پاؤں کے انگوٹھے اور انگلی کے درمیان اس رسی کو پکڑ کر اس خود ساختہ پنکھے کو چلایا کرتی تھیں۔

اس دور میں کیسی کٹھن اور پر مشقت زندگی تھی۔ کیسا ایثار اور قربانیاں تھیں اس دور کے واقفین زندگی اور ان کے لواحقین کی جو صرف اور صرف اپنے دین کی بقاء اور احیاء نو کے لئے سب دنیا کی رونقوں سے منہ موڑ کر اس بیابان میں آن بسے تھے۔

انہیں اکثر شدید سر درد کی شکایت ہو جایا کرتی تھی۔ مگر اس حالت میں بھی کام بند نہیں ہوتے تھے۔ سر پر مضبوطی سے دوپٹہ باندھ کر روزمرہ کے کاموں میں جتی رہتی تھیں۔ صبح ناشتہ تیار کرتیں، پھر تیار ہو کر سکول پڑھانے چلی جاتیں۔ واپسی پر لجنہ کے دفتر میں مصباح اور دیگر کاموں کے لئے حاضر ہوتیں۔ پھر گھر پہنچ کر گھر کے کام، بچوں کے کام، مصباح کی پروف ریڈنگ شام کو بچوں اور بچیوں کو قرآن کریم اور دیگر تعلیم کا سلسلہ، محلّہ کی لجنہ کے اجلاسات، کہیں بہت رات گئے فرصت ہوتی اور پھر صبح دوبارہ وہی کام، یہ سب ایک یا دو دن کا قصہ نہیں تھا بلکہ ایک کار مسلسل تھا جو کسی نہ کسی رنگ میں تادم آخر جاری رہا۔

ہم بیٹیوں کے ساتھ ان کا تعلق دوستانہ رنگ کا تھا۔ یوں ہم سے گھلی ملی رہتیں جیسے بڑی بہن ہوں۔ ہم انہیں بلاتے بھی ''آپا'' کہہ کر تھے۔ طبیعت کی بڑی حلیم تھیں۔ مجھے یاد نہیں کہ کبھی کسی بات پر ڈانٹ ڈپٹ کی ہو۔ اگر کسی غلطی پر اصلاح کی غرض سے سرزنش بھی کرنی ہوتی تو محترم ابا جان سے کہہ کر ان سے کرواتی تھیں۔ ہم ان سے ہر بات بے تکلفی سے کر لیا کرتے تھے۔ واقعی وہ بیک وقت نہایت شفیق ماں بھی تھیں اور بے تکلف دوست بھی۔ سختی کرنی تو انہیں آتی ہی نہ تھی۔

اور ابا جان کا بھی یہی حال تھا کہ ایک طرف کچھ سزا دی اور پھر تھوڑی دیر کے بعد آگے پیچھے پھرنے لگتے اور بہانے بہانے سے پیار اور لطف و کرم کے پھول نچھاور کرنے لگتے۔ نہایت پیارے وجود تھے۔ اللہ ان کو غریق رحمت فرمائے۔ آمین۔

طبیعت کی بے حد سادہ تھیں۔ اپنے نفس کو بچوں پر نچھاور کرنے والی تھیں۔ میں 1960 میں میٹرک کے بعد لاہور مزید تعلیم کے لئے چلی گئی تھی۔ اس وقت واقفین زندگی کے حالات بہت مشکل تھے بمشکل گزارہ ہوتا تھا۔ نہایت سادگی سے رہتے تھے۔ مجھے خوب یاد ہے کہ ایک وقت میں صرف دو جوڑے کپڑوں کے ہوتے تھے۔ ایک گھر کے لئے اور دوسرا سکول کے لئے۔ کبھی جب جلسہ سالانہ وغیرہ پر بیرونی ممالک سے آئی ہوئی بعض ممبرات لجنہ اپنے تعلق کی وجہ سے تحفتاً قمیص کا کوئی کپڑا ''آپا'' کے لئے لاتیں تو اسے اپنے استعمال میں لانے کی بجائے مجھے دے دیا کرتیں کہ تم لاہور پڑھتی ہو تم بنالو۔ ہمارا تو یہاں اچھا گزارہ ہو رہا ہے۔ بچوں کی عزت نفس کا انہیں بہت خیال تھا۔ بچپن میں ہمیں چھوٹی چھوٹی سبق آموز کہانیاں سنایا کرتی تھیں۔ اکثر لائبریری سے انگلش کی کتابیں کہانیوں والی (مثلاً Cinderella, Snow White, Seven Dwarf وغیرہ) لا کر ان کا اردو ترجمہ کر کے ہمیں سنایا کرتی تھیں۔

جب میں دسویں جماعت کا بورڈ کا امتحان دینے والی تھی تو مجھے سخت بخار ہو گیا۔ میں خود امتحان کی تیاری نہیں کر سکتی تھی۔ امتحان بھی بورڈ کا تھا۔ خدشہ تھا کہ کہیں سال ضائع نہ ہو جائے۔ پیاری آپا میرے سرہانے بیٹھ کر خود پڑھ پڑھ کر مجھے نصاب سناتی تھیں۔ اور زبانی بھی سمجھاتی جاتی تھیں۔ میں نے اسی حالت میں بورڈ کا امتحان دیا اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے پاس بھی ہو گئی۔

پھر ان کے پیار اور محبت کا ایک اور واقعہ یاد آتا ہے جب ایک مرتبہ جلسہ سالانہ پر نمائش میں دو رنگوں کی اون کا ایک سویٹر آیا جو میرے دل کو بہت بھا گیا تھا۔ مگر ہوا یہ کہ وہ سویٹر کسی اور نے خرید لیا۔ مجھے اس کا کچھ قلق سا تھا جس کا اظہار میں نے آپا سے بھی کر دیا۔ اس پر انہوں نے تھوڑے ہی عرصہ میں باوجود اپنی بے حد مصروفیت کے مجھے خود اپنے ہاتھ سے اسی ڈیزائن کا سویٹر بنا کر دے دیا۔

اپنی عمر کے آخری سالوں میں جب کبھی وہ میرے ہاں تشریف لاتیں تو اصرار کر کے گھر کے کاموں میں ہاتھ بٹاتی تھیں۔

میں ان سے کہتی بھی کہ آپا ساری عمر بہت کام کیا ہے اب ذرا آرام کریں تو مجھ سے گلہ کرتیں کہ تم مجھ سے کام نہیں کرواتی۔ اکثر موسم گرما میں کاٹن یا وائل کے کپڑے کا لباس پہنتی تھیں۔ غسل کرنے جاتیں تو پہلے پہنے ہوئے جوڑے کو اپنے ہاتھوں سے دھو کر نکلتیں اور خشک ہونے کے لئے پھیلا کر ڈال دیتیں۔ خود ہی اپنے کپڑے استری کر لیتی تھیں۔ گھر میں آٹے کا چھان ملا ہوا پھلکا خود ہی اپنے لئے بناتیں۔ جہاں کہیں بھی ہوتیں خواہ بیٹے کے گھر یا کسی بیٹی کے ہاں صبح اٹھ کر خود ہی سادہ سا ناشتہ کر لیتی تھیں اور اپنے برتن دھو کر سمیٹ کر رکھ دیتیں۔ ہم اکثر منع ہی کرتے رہ جاتے کہ آپا آپ یہ کیا کر رہی ہیں مگر ان کا جواب بس یہی ہوتا کہ مجھے کام کر لینے دو۔ کام کرتا ہوا ہی انسان اچھا ہے۔

بچوں کو دینی تعلیم اور قرآن بمعہ ترجمہ پڑھانے کا ایک جنون سا تھا۔ جہاں کہیں بھی ہوتیں اپنے پوتے پوتیوں اور نواسے نواسیوں کو بڑے اہتمام سے باقاعدگی سے بٹھا کر سبق دیتی اور سنتی تھیں۔ ان کی دوسری گھریلو تربیت کا بھی خیال رکھتی تھیں۔ میرے بھائی ہشام قمر کی بیٹی عزیزہ نعمیٰ نے مجھے بتایا کہ ''بڑی امی'' سے میں نے بہت کچھ سیکھا ہے۔ جب وہ ہمیں پڑھاتی تھیں تو ہم تھک جاتے تھے مگر وہ خود کبھی نہ تھکتی تھیں۔ کہا کرتی تھیں کہ جب تم لوگ مجھ سے قرآن کریم پڑھ لیتے ہو تو مجھے سکون محسوس ہوتا ہے۔ بہت سے کھانے پکانے بھی ''بڑی امی'' نے سکھائے تھے۔ کہتی تھیں کہ جب تم یہ پکوان بنایا کرو گی تو مجھے یاد کرنا اور میرے لئے دعا کرنا۔

اپنے کیلگری کے قیام کے دوران بھی قرآن کریم کی تعلیم و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔ وہاں کی کئی ممبرات لجنہ نے مجھ سے ذکر کیا کہ جب فاصلے کی وجہ سے ہم حاضر نہیں ہو سکتی تھیں تو ٹیلیفون پر ہی کانفرنس کال کر کے ہمیں قرآن کریم کا ترجمہ پڑھایا کرتی تھیں۔

خلافت سے انہیں والہانہ عشق تھا۔ اور خلیفہ وقت سے ہمیشہ محبت اور عقیدت کا تعلق تادم آخر قائم رکھا۔ اور ہر دم انہیں خلیفہ وقت کی خوشنودی کے حصول کی ایک تڑپ سی رہتی تھی۔

حضرت مصلح موعودؓ موسم گرما میں ایک مقام جابہ (وادی نخلہ) میں تبدیلی آب و ہوا کے لئے ربوہ سے تشریف لے جایا کرتے تھے کیونکہ وہاں کی آب و ہوا نسبتاً خوشگوار ہوتی ہے۔ یہ مقام میرے ابا جان مرحوم کے گاؤں موضع کھوتکہ ضلع خوشاب (یہ گاؤں اب احمد آباد کہلاتا ہے) سے صرف 5 میل کے فاصلے پر ہے۔

چنانچہ ایک مرتبہ جب پیاری آپا حضورؓ کی خدمت میں بغرض ملاقات حاضر ہوئیں تو حضورؓ نے از راہ شفقت انہیں فرمایا ''شوکت تمہارا تو سسرال وہاں ہے اس مرتبہ تم اور ملک صاحب بھی ہمارے ساتھ چلو۔''

چنانچہ اس طرح اس سال انہیں ابا جان اور میرے بھائی مجیب کے ساتھ جو کہ اس وقت غالباً دو برس کا تھا، حضورؓ کے قافلہ کی معیت میں سفر کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ اس سفر کی تفصیلات اور حضورؓ کی شفقتوں کا ذکر وہ ہمیشہ بڑی عقیدت و محبت سے کیا کرتیں۔

ایک مرتبہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے ان کے نام اپنے ایک خط میں انہیں ''آپا شوکت'' لکھ کر مخاطب کیا تو بے حد خوش ہوئیں اور اکثر اس کا ذکر محبت سے کیا کرتیں۔

خلافت اور خلیفہ وقت سے بے پناہ عشق اور جماعت احمدیہ سے جو پیوند وفا باندھا تھا وہ ان کے وجود کا اٹوٹ حصہ تھا۔ اور پھر واقعی اللہ تعالیٰ نے ان کی دین کی چاہت کی حسرتوں کو خوب احسن طور پر پورا فرما دیا۔ لندن کے جلسے، امریکہ اور کینیڈا کے جلسے، حضور اقدس سے ملاقاتیں، ربوہ اور قادیان کی زیارتیں، اور پھر ایسی جگہوں پر زیادہ تر رہائش نصیب رہی جہاں جماعتی سرگرمیوں میں شرکت کی پیاس بھی بجھتی رہی۔ میرے نزدیک یہ ان کی خلیفہ وقت سے بے پناہ عقیدت و محبت کا ہی ثمرہ تھا کہ جونہی ان کی وفات ہوئی اس کے چند روز بعد ہی حضورؒ نے ایک حاضر جنازہ کے ساتھ ان کی نماز جنازہ غائب بھی پڑھائی جس میں لندن کی جماعت کی ایک بڑی تعداد نے شرکت کی۔

اسی روز (4 رفروری 1999) ان کا تابوت کیلگری سے ربوہ بہشتی مقبرہ میں تدفین کے لئے روانہ ہوا اور اسی دن میری مرحومہ نانی جان حضرت سارہ بیگمؓ کی سیرت پر ایک انٹرویو جو کہ ایم ٹی اے انٹرنیشنل نے میری خالہ محترمہ امتہ المنان قمر صاحبہ سے لیا تھا، ٹی وی پر نشر ہوا جس میں پیاری آپا کا بھی ذکر خیر تھا۔

پھر جس دن تابوت پاکستان پہنچا اسی روز (6 رفروری 1999) MTA پر ہفتہ کے روز بچوں کی چلڈرن کلاس میں میری بھانجی عزیزہ سلمانہ سنبل شاہ نے اپنے عمرہ کرنے اور پاکستان اور انڈیا کے سفر کی تفصیلات پر تقریر کی اور بتایا کہ وہ نوشہرہ (پاکستان) اپنی نانی امی کو ملنے گئی تھی۔ ان دنوں وفات سے تقریباً ایک ماہ پہلے پیاری آپا پاکستان گئی ہوئی تھیں اور کہا کہ وہ مجھے قرآن کریم پڑھایا کرتی تھیں۔ نیز یہ کہ وہ

میری دوست تھیں انہیں بچوں کو اپنے ساتھ مانوس کرنے کا بہت ملکہ تھا۔

اردو کلاس میں تذکرہ

7رفروری 1999 کی اردو کلاس میں MTA پر حضورؒ نے ان کا بہت ہی پیارے رنگ میں ذکر یوں فرمایا: ''سب سے پہلے ملک سیف الرحمان صاحب مرحوم کی بیگم کا ذکر کرنا ہے۔ ان کا وصال ہوا ہے۔ ملک صاحب کی وجہ سے اور اپنی وجہ سے بھی حق رکھتی ہیں کہ ان کا ذکر خیر ہو۔

31رجنوری 1919 کو پیدا ہوئیں۔ 79 سال کی عمر میں وفات ہوئی۔ ان کی والدہ سارہ بیگمؓ حضرت مسیح موعودؑ کی رفیقہ تھیں۔ صحت تو اچھی بھلی تھی مجھے تو سمجھ نہیں آئی کیا ہوا ہے۔ اچانک کچھ ہوا ہے۔''

پھر فرمایا:

''مجھے یاد ہے بچپن میں قادیان میں ایک دینیات کلاس تھی جو حضرت مصلح موعودؓ نے جاری فرمائی تھی۔ یہ کلاس 1938 میں شروع ہوئی اور 1940 تک جاری رہی۔ انہوں نے بڑے اعزاز کے ساتھ دینیات کلاس پاس کی۔ حضرت اماں جانؓ نے ان کو میڈل دیا اور میری امی نے میڈل سجایا تھا۔

میری امی سے ان کا بڑا تعلق تھا۔ امی ان کو میرے لئے دعا کے لئے بھی کہا کرتی تھیں۔ کہتی ہیں میں تبھی سے دعا کرتی رہی ہوں۔ خلافت سے ان کو عشق تھا۔ قادیان میں ایک دفعہ حضرت خلیفہ ثانیؓ سے ملنے گئیں۔ آپؓ نے فرمایا۔ شوکت تمہارا کیا حال ہوگا جب تم لندن میں کھڑی ہو کر برقعہ پہن کر تقریر کرو گی۔ اس وقت قادیان میں لندن کا وہم و گمان بھی نہیں تھا۔ 31 سال بعد خدا کی تقدیر حرکت میں آئی۔ 1977 میں لندن گئیں۔ غالباً آپا امۃ الحفیظ صدر لجنہ تھیں۔ انہوں نے ان کو تقریر کی دعوت دی۔ پورے یو کے (UK) میں تقاریر کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ ایڈیٹر مصباح رہیں۔ ان کو قرآن کریم سے عشق تھا۔ بچوں کو پڑھایا کرتی تھیں۔ کینیڈا میں بھی یہ کام جاری رکھا۔ 6رفروری کو بہشتی مقبرہ میں تدفین ہوئی۔

1938 کی دینیات کلاس جو 1940 تک جاری رہی اس میں آپا امۃ الرشید شوکت، مبارکہ قمر اور آپا امۃ الحفیظ ڈاکٹر عبدالسلام صاحب کی بیگم یہ سب اس میں شامل تھیں۔ یہ سب مجھے اس لئے یاد ہے کہ میری امی صدر لجنہ تھیں۔ یہ ہمارے گھر آیا کرتی تھیں۔ ان کی تقریر میں نرمی پائی جاتی تھی۔ ملک صاحب سے شادی حضرت مصلح موعودؓ نے خاص طور پر کروائی۔ ملک صاحب کلر کہار کے علاقے کے تھے۔ بظاہر پکے مولوی مگر شوکت کے ساتھ اچھا تعلق رہا۔ جس دن ان کی وفات کی اطلاع ملی اسی دن ان کا ایک خط بھی ملا۔ اللہ کی شان ان کے ذکر خیر کا بہانہ بن گیا۔''

فرمایا:

''ان کو میں ہمیشہ ''آپا'' کہا کرتا تھا۔ وہ میرے ''آپا'' کہنے پر بہت خوش ہوتی تھیں۔ وہ لکھتی ہیں:

پیارے آقا سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع

اللہ تعالیٰ آپ کو صحت و عافیت سے رکھے۔ نیا سال آپ سب کے لئے مبارک ہو۔ رمضان مبارک ہو، عید مبارک ہو۔ میں خدا تعالیٰ کے فضل اور آپ کی دعاؤں کی برکت سے قادیان، ربوہ، سیالکوٹ اور نوشہرہ کا سفر کر کے کیلگری پہنچ گئی ہوں۔

قادیان میں بہشتی مقبرہ، بیت مبارک، دار المسیح اور بیت اقصیٰ میں جانے کا موقعہ مل گیا۔ اور ربوہ میں بہشتی مقبرہ، بیت اقصیٰ اور بزرگوں کے ساتھ ملاقات کا موقعہ مل گیا۔ محترم ملک صاحب مرحوم کے ایک شاگرد نے ربوہ کے اردگرد آباد جگہوں کی سیر کرادی (اس پر حضور نے فرمایا۔ یہ اسے بڑی سعادت مل گئی) پھر حضور نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے فرمایا:

''ملک صاحب کے جتنے شاگرد تھے ان کو ان سے بہت محبت تھی۔ غیر معمولی شفیق تھے۔ میں نے اپنی زندگی میں ایسا پیارا استاد کبھی نہیں دیکھا۔ کبھی کسی کو کوئی شکوہ نہیں ہوا۔''

حضور انور نے عثمان چینی صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

''یاد ہے کتنی محبت کیا کرتے تھے اور دوست بنا لیتے تھے۔ اور بے تکلف ہو جاتے تھے۔ لیکن جن کو دوست بناتے تھے انہوں نے کبھی بھی advantage نہیں لی۔ انہوں نے ناجائز فائدہ نہیں اٹھایا۔ اتنی ہی عزت بڑھتی تھی۔ کلاس میں نہ چھڑی کی ضرورت پڑے نہ ڈانٹنے کی۔ لیکن انکے علم کا ایک رعب تھا''

پھر احمد نگر کا ذکر کرتے ہوئے لکھتی ہیں:

''واقعی جب ہم اس علاقے میں گئے تو ایک طرف سوئمنگ پول اور سامنے تین Huts، بلند و بالا گیسٹ ہاؤس، کینوؤں کا باغ، سرسبز درختوں میں لگے ہوئے کینو، مالک کے منتظر دکھائی دیتے تھے''

حضور نے فرمایا:

''میرے منتظر نہیں۔ جتنے میرے مہمان جاتے ہیں۔ ان کی خاطر میں نے بنائے ہوئے ہیں۔ اچھا ہوا یہ وہاں چلی گئیں۔ بہت خوشی ہے کہ جانے سے پہلے دیکھ لیا۔''

پھر لکھتی ہیں:

''عجیب سماں تھا، عجب بہار، وہ نظارہ اب بھی آنکھوں کے سامنے ہے۔ خدا کرے کہ وہ دن جلد آئیں جب اصل مکین اپنے مکان میں آئیں۔

عزیزہ حمید بھی بہت اداس تھیں کہ آپ میرے پاس تھوڑے دن رہیں۔ حمید کو اور میرے سب بچوں اور بچیوں کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو صراط مستقیم پر چلنے کی اپنے فضل سے توفیق عطا فرمائے۔ واپسی پر ایک رات لندن میں عزیزہ باسط کے پاس ٹھہری اور عزیز طاہر کے ساتھ واپس آ گئی۔ ملاقات کی تمنا رہی۔''

حضور انور نے فرمایا:

مطلب یہ ہے کہ شائد میں یہاں نہیں تھا۔ یہ خط بھی آپ کو سنانا تھا۔ جوان کی آخری امانت ہے۔''

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اپنے فضل و کرم سے پیارے ابا جان اور پیاری آپا کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے اور ان کی دعائیں ہمارے حق میں اپنے فضل و کرم سے قبول فرمائے۔ آمین ثم آمین۔ (روزنامہ الفضل ربوہ۔5/اپریل 2004)

کلامِ محمود

ملّتِ احمدؑ کے ہمدردوں میں غمخواروں میں ہوں
بیوفاؤں میں نہیں ہوں میں وفاداروں میں ہوں

فخر ہے مجھ کو کہ ہوں میں خدمتِ سرکار میں
ناز ہے مجھ کو کہ اس کے ناز برداروں میں ہوں

شاہدوں کی کیا ضرورت ہے کسے انکار ہے
میں تو خود کہتا ہوں مولیٰ میں گنہگاروں میں ہوں

حملہ کرتا ہے اگر دشمن تو کرنے دو اُسے
وُہ ہے اغیاروں میں مَیں اس یار کے یاروں میں ہوں

مدّتوں سے مر چکا ہوتا غم و اندوہ سے
گر نہ یہ معلوم ہوتا میں تیرے پیاروں میں ہوں

ساری دنیا چھوڑ دے پر میں نہ چھوڑوں گا تجھے
درد کہتا ہے کہ میں تیرے وفا داروں میں ہوں

(ایک تبصرہ)

جلسہ سالانہ امریکہ 2004

(محمد سعید احمد۔لاہور چھاؤنی)

2004 میں امریکہ کی جماعت احمدیہ کا سالانہ جلسہ ہوا جس کی تفصیلات اور رپورٹ ابھی تک میرے مطالعہ میں نہیں آئی۔ MTA پر چند ایک تقاریر سننے کا اتفاق ہوا ہے تو میرا تاثر یہ ہے کہ حضرت میاں صاحب مرحوم کی وفات سے پیدا ہونے والا خلاء نہ صرف پُر ہو گیا ہے بلکہ بطور احسن پُر ہو گیا ہے۔ الحمد للہ۔ یہ بھی حضرت میاں صاحب مرحوم کی مساعی اور تربیت کا نتیجہ ہے۔

خاکسار کو قادیان (تقسیم ملک سے قبل)، ربوہ، انگلستان (تین دفعہ)، جرمنی (3 دفعہ) اور کینیڈا (ایک دفعہ) کے سالانہ جلسوں میں شرکت کا موقعہ ملا ہے۔ ہر پھول کی خوبصورتی اور خوشبو اپنی ہوتی ہے مگر جماعت احمدیہ امریکہ کے جلسہ 2004 کی تقاریر سے فدوی بہت متاثر ہوا ہے۔ اس سلسلہ میں بندہ کے تاثرات درج ذیل ہیں:

☆ عنوانات اور مضامین کا انتخاب بہت عمدہ تھا۔ وقت، حالات اور مقامی ضرورت کے مطابق تھا۔
☆ مقررین نے پوری تیاری کے ساتھ عنوانات کے ساتھ انصاف کیا۔ انکی آواز دل سے نکلتی تھی اور سامعین کے دل میں اترتی تھی۔ نوجوان مقررین نے تو کمال کر دیا۔ انکی تقاریر سحر تھیں۔ تصنّع نہ تھا۔
☆ مقررین فنِ تقریر سے پوری طرح آگاہ تھے۔
☆ تقاریر عقل اور نقل کے دلائل سے مزیّن تھیں۔
☆ مقررین کے اندازِ بیان اور مواد میں جدّت تھی۔ بہت سے پہلوؤں پر انہوں نے نئے دلائل دیئے اور پرانے دلائل کو نئے انداز سے پیش کیا۔
☆ علم کلام میں اپنے مشاہدات اور تجربات کو شامل کیا۔
☆ ان کی تقاریر میں تکرار نہ تھا جو ہمارے ہاں عام طور پر ہو جاتا ہے۔
☆ اقتباسات کم تھے۔ اپنے موضوع کو اپنے دل و دماغ سے نکال کر پیش کیا۔
☆ احمدیت کی کامیابی اور مستقبل پر انہیں پہاڑ سے بڑھ کر یقین تھا۔
☆ اگر ہمارے جلسوں میں ایسی تقاریر ہوں تو ہم دجّال کو بہت جلد شکست دے سکتے ہیں۔
☆ تقاریر اثر انگیز تھیں اور عملی قوت کو متحرک کرنے والی تھیں۔

جزاکم اللہ بہت بہت مبارک ہو۔

ہمارا عزم

(ڈاکٹر مہدی علی چوہدری)

اے رات! ستاروں سے کہہ دے، گلشن کی بہاروں سے کہہ دے
ہم ڈرتے نہیں طوفانوں سے، موجوں کے اشاروں سے کہہ دے

آزاد کریں ہر حلقۂ شب سے، سورج کو سچائی کے
ضامن ہیں تمہاری ہستی کے، کرنوں کے اجالوں سے کہہ دے

جو دجل کی تیرہ شب میں بھی خورشید و قمر سے چمکے ہیں
دنیا کا وہ روشن مستقبل ہم ہیں اندھیاروں سے کہہ دے

تھامے ہیں محبت کا پرچم، ہم اہلِ صفا، ہم اہلِ حرم
ہر بازی تم کو مات کریں، نفرت کے ماروں سے کہہ دے

لڑ کر سب طوفانوں سے ،چیر کے سب منجدھاروں کو
پہنچیں گے تم تک وعدہ ہے، ساحل سے، کناروں سے کہہ دے

ہم صبر و رضا کے بحرِ گراں، ہم عزم و وفا کے کوہِ گراں
مٹ جاؤ گے، ہم سے الجھو تو، جا کفر کے دھاروں سے کہہ دے

ہو جائیں گے نابود جہاں سے یہ "اُعــلُ ھُبَــلْ" کہنے والے
ہے امر "اَنــا الـحق" کا نعرہ، سب جان نثاروں سے کہہ دے

سب کوہ و دمن، سب دشت و چمن، گونجیں گے "اللہ اکبر" سے
حق آئے گا، تم بھاگو گے، باطل کے یاروں سے کہہ دے

توحید کے پھولوں سے دیکھو دھرتی کا آنگن مہکا ہے
تم سب سے حسیں ہے یہ منظر، ان مست نظاروں سے کہہ دے

صُوفی سائنسدان

(محترمہ زینب محمود ، ترجمہ محمد زکریاورک)

جھنگ کی کسان فیملی سے تعلق رکھنے والے اس شخص سے تو ہر کوئی واقفیت رکھتا ہے جو دنیا کے نامور سائنسدان کے طور پر مشہور ہوا۔ 1925 میں جھنگ کے ایک معتبر شخص کی دعاؤں کے عوض خواب میں اس کی گود میں ایک بچہ رکھ دیا گیا۔ اس نے بچے کا نام پوچھا تو بتلایا گیا کہ اس کا نام عبدالسلام ہے۔ جمعہ 29 جنوری 1926 کے روز اس کے یہاں ایک لڑکا تولد ہوا اور اس نے اسکا نام عبدالسلام ہی رکھا۔ کچھ سالوں بعد اس بزرگ شخص نے ایک اور خواب میں سلام کو درخت پر چڑھتے ہوئے دیکھا۔ جب اس نے بچے کو خطرے سے آگاہ کیا تو سلام نے جواب دیا: اباجان آپ متفکر ہرگز نہ ہوں مجھے خوب معلوم ہے میں کیا کر رہا ہوں یہ کہہ کر سلام درخت پر مزید چڑھتا گیا حتیٰ کہ وہ نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ یہ کشف شاید اس غیر معمولی زندگی کے بارہ میں اشارے تھے جو اس بچہ کی قسمت میں مقدر تھی۔

سن بلوغت میں ہی سلام کی قوت ادراک نے اس کے والدین کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا تھا۔ سلام نے ابھی چلنا بھی نہیں شروع کیا تھا کہ اس کی والدہ نے اسے اخلاقی کہانیاں سنانی شروع کر دیں۔ اس نے ان کہانیوں کا ایک ایک لفظ حفظ کر لیا اور جب کبھی اس کی والدہ نے ان کہانیوں میں سے کوئی کہانی دوبارہ سنانا چاہی تو سلام فوراً کہہ دیتا مجھے یہ کہانی خوب یاد ہے۔ سلام نے جب زندگی کے چھٹے زینہ پر قدم رکھا تو اس کو سکول میں چوتھی جماعت میں داخل کیا گیا۔ جب وہ بارہ سال کی عمر کو پہنچا تو اس نے میٹرک کا امتحان دیا اور پنجاب یونیورسٹی میں اول پوزیشن حاصل کر کے تمام پرانے ریکارڈ توڑ دئے۔

سلام نے گورنمنٹ کالج لاہور میں گریجویٹ کی ڈگری حاصل کرنے کیلئے داخلہ لیا جہاں اسے راوی میگزین کا ایڈیٹر بنا دیا گیا۔ جلد ہی وہ سٹوڈنٹ یونین کا صدر منتخب ہو گیا۔ چوتھے سال میں سلام نے (ہندوستان کے ممتاز ریاضی دان) سری نواس راما نوجن کے ریاضی کے ایک دقیق مسئلہ کا نہایت خوبصورت اور مختصر حل پیش کیا جسے اس سے قبل بڑے بڑے پروفیسر حل نہ کر سکے تھے۔ پنجاب یونیورسٹی میں اس نے بی اے اور ایم اے کے امتحانوں میں پرانے تعلیمی ریکارڈ توڑ کر نئے ریکارڈ قائم کئے جن میں سے بعض ابھی تک قائم ہیں۔ اس کے بعد سلام نے کیمبرج میں ریاضی میں انڈر گریجویٹ پروگرام میں داخلہ حاصل کرنے کیلئے درخواست دائر کر دی۔ اس کے والد ماجد غیر ملک میں اس کی تعلیم کیلئے مالی طور پر متحمل نہیں ہو سکتے تھے۔ خوش قسمتی سے اس دور کی حکومت پنجاب کے ریونیو منسٹر سر چھوٹو رام جو خود ایک کسان فیملی سے تعلق رکھتے تھے انہوں نے فیصلہ کیا کہ وہ فنڈز جو جنگ عظیم میں استعمال کیلئے اکھٹے کئے گئے تھے وہ اب کسان فیملیوں کے ہونہار طلباء کے سکالرشپ کیلئے استعمال کئے جائیں۔

کیمبرج میں سلام کو احساس ہوا کہ اس کا علم دوسرے علوم کے بارہ میں قدرے محدود تھا، جس کے بارہ میں رومی نے ایک نظم میں اشارہ کیا تھا یعنی کنوئیں کا مینڈک۔ چنانچہ اس نے یہاں بھوکے انسان کی طرح کتابوں کا مطالعہ مختلف موضوعات پر شروع کر دیا جیسے صوفی ازم۔ فلاسفی۔ سیاسی و مذہبی تاریخ۔ سوشل سائنس۔ مسلمان سائنسدانوں کے کارنامے۔ صوفیاء اور دوسرے سائنسدانوں کے حالات زندگی۔ اس چیز نے اس کو اپنی پسندیدہ فیلڈ میں کامیابی حاصل کرنے میں بہت مدد کی۔ نیز اس چیز نے اس کے اندر تاریخ اور روحانی زندگی کے بارہ میں زبردست احساس کو جنم دیا۔ ریاضی میں ٹرائی پوز کی ڈگری (جس میں اسے wrangler کے ٹائیٹل سے نوازا گیا تھا) جلد حاصل کرنے کے ساتھ اس نے فزکس کی تین سال کی ڈگری ایک سال میں حاصل کر لی۔ چونکہ اس کے تھیوریٹکل پیپرز اعلیٰ قابلیت کے تھے اس لئے اس کے پروفیسر نے اس سے عملی تجربات کے بارہ میں استفسار کرنا ضروری نہ جانا اور اسے فرسٹ کلاس کی ڈگری دے دی۔

سلام کے ایک پروفیسر سر فریڈرک ہوئیل Hoyle نے اس کے بارہ میں کہا تھا: "برے اوقات میں میرے لئے یہ کام زیادہ بوجھل نہ ہوتا تھا جب میں عبدالسلام جیسے طالب علم کے ساتھ (ریاضی کے) گھمبیر مسائل میں گم ہو جاتا تھا۔ بہ نسبت ایسے طلباء کے جو (کلاس) میں یوں ہی بیٹھے رہتے اور کھڑکی سے باہر دور فضاء میں ٹکٹکی لگائے دیکھ رہے ہوتے مؤخر الذکر طلباء کے ساتھ گویا انسان کو دو بھاری پتھر

اونچائی کی طرف لے جانے ہوتے تھے ایک بھاری پتھر تو وہ ریاضی کا اصل مسئلہ ہوتا تھا اور دوسرا کند ذہن طالب علم کو وہ مسئلہ سمجھانا ہوتا تھا۔عبدالسلام کے ساتھ انسان کو صرف ایک پتھر اونچائی کی طرف لے جانا ہوتا تھا کیونکہ وہ خود اس پتھر کو پوری قوت واستعداد کے ساتھ دھکیلتا تھا"۔

سلام نے پی ایچ ڈی کی ڈگری تھیوریٹیکل فزکس میں 1952 میں حاصل کر لی۔باوجود اس کے کہ اسے (کیمبرج میں) وظیفہ کی پیش کش کی گئی تھی اس نے گورنمنٹ کالج لاہور میں تدریس کے کام کو ترجیح دی۔پروفیسر کیمر Kemmer جو سلام کا ریسرچ سپروائزر تھا اس نے بالآخر سلام کو قائل کر لیا کہ وہ واپس کیمبرج لوٹ آئے۔پروفیسر موصوف کے مطابق:

"مجھے خوب احساس ہے کہ جب اسے لیکچرار کی ملازمت کی پیش کش کی گئی تو اپنے وطن کی خدمت کی ذمہ داری کے پیش نظر اس کیلئے اس کا قبول کرنا کافی مشکل تھا۔ میرے خیال میں چند ہی سالوں میں وہ اس قابل ہو جائیگا کہ ایڈوانس سٹوڈنٹس دنیا بھر سے اس سے تعلیم حاصل کرنے کیلئے آئیں گے اور وہ جلد ہی اپنا سکول آف تھیوریٹیکل فزکس قائم کریگا۔"

یہ پیش گوئی حرف بہ حرف پوری ہوئی۔1957 میں سلام امپیریل کالج میں سب سے چھوٹی عمر کا پروفیسر مقرر ہوا۔سلام جس نے اپنی زندگی ایک دیہاتی بچے کے رنگ میں شروع کی تھی اور جس نے بجلی اس وقت دیکھی تھی جب وہ سولہ سال کا تھا کیمبرج آنے پر اس کا تعلق اس دور کے چند عظیم انسانوں سے قائم ہوا جیسے برٹرینڈ رسل۔آئن سٹائین۔آپن ہائمیر۔وولف گانگ پالی۔برٹرینڈ رسل سے ایک ملاقات کے دوران سلام نے جب دیکھا کہ وہ کس قدر خدا کی ہستی کے خلاف ہے تو سلام نے جواب دیا

> "Without belief in God man is prone to many basic defects and history shows that those who do believe in God are able to sacrifice more and do better for the mankind in comparison to non-believers"

خدا تعالیٰ پر ایمان کے بغیر انسان میں بعض بنیادی نقص پائے جانے کا احتمال ہوتا ہے۔تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ وہ لوگ جو خدا پر یقین رکھتے ہیں ان میں قربانی دینے اور انسانیت کیلئے فائدہ مند کام کرنے کی اہلیت زیادہ ہوتی ہے بہ نسبت ان لوگوں کے جو دہریہ ہوتے ہیں۔

آئین سٹائین کے ساتھ پہلی ملاقات میں دونوں نے مذہب پر تبادلہ خیال کیا، ڈاکٹر سلام نے اس کے سامنے اسلام کے نظریہ توحید کی وضاحت کی پھر اس کے بعد دونوں میں گہرے دوستانہ تعلقات استوار ہو گئے۔

ڈاکٹر سلام کی روحانی اقدار اور صوفی ازم میں گہری دلچسپی ان کو دوسرے بڑے سائنسدانوں سے ممیز کرتی ہے۔امپیریئل کالج میں جب انہوں نے سب سے پہلا لیکچر دیا تو اس کا آغاز قرآن پاک کی آیت کی تلاوت سے کیا تھا۔آپ کے ایک شاگرد پروفیسر ایم جے ڈف (یونیورسٹی آف مشی گن) نے بیان کیا کہ

"ان کے لیکچر مسحور کن ہوتے تھے،ان کے خیالات میں مشرقی صوفی ازم کی چاشنی ہوتی تھی جو انسان کو سوچنے پر مجبور کر دیتی کہ ان کی عبقریت کی تہ تک کیسے پہنچا جا سکتا ہے۔"

ڈاکٹر سلام کہا کرتے تھے کہ کہ وہ اپنے سائنسی آئیڈیاز کیلئے بطلیموس، برونو، گیلی لیو کے نظریات سے انسپریشن لیتے ہیں جنہوں نے کائنات کی ساخت اور ترتیب پر سوال اٹھائے اور پھر اس میں پوشیدہ کارفرما عوامل کو دریافت کیا۔انہوں نے بیان کیا کہ سائنسدان کے کئی روپ ہوتے ہیں جیسے صوفی۔آرٹسٹ۔یا دریافت کرنے والا۔یہی وہ علمی وفنی روایتیں ہیں جنہیں بنیاد بنا کر (سائنسدان) اپنے سائنسی علم کو ایڈوانس کرتا ہے۔

پاکستان کیلئے خدمات

جنرل محمد ایوب خاں (صدر پاکستان) کے سائنسی ایڈوائزر کے طور پر انہوں نے پاکستان اٹامک انرجی کمیشن کی بنیاد رکھی۔ڈاکٹر اشفاق (ڈائریکٹر پی اے ای سی 1998) پرانے ایام کی یاد تازہ کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں:

"اس بات کا سہرا ڈاکٹر سلام کے سر پر ہے کہ انہوں نے پانچ صد فزے سسٹ، ریاضی دانوں اور سائنسدانوں کے لئے ڈاکٹریٹ کرنے کا انتظام برطانیہ اور امریکہ کے بہترین تعلیمی اداروں میں کیا تھا۔"

انہوں نے پاکستان میں سائنٹفک پلیٹ فارم بنانے کیلئے دن رات پوری دل لگی سے کام کیا۔انہوں نے پاکستان کو پیش نظر مسائل پر اظہار خیال کیا اور ان مسائل کا عملی حل بھی پیش کیا۔1961 میں ڈھاکہ میں ہونے والی آل پاکستان سائنس کانفرنس میں انہوں نے غربت اور ناخواندگی کو تھرڈ ورلڈ میں ختم کرنے کے بارہ میں ٹھوس تجاویز پیش کیں۔انہوں نے شہریوں اور حکومت سے اپیل کی کہ وہ سائنٹیفک

سیکٹر کی طرف زیادہ توجہ دیں۔انہوں نے کہا کہ پاکستان سے غربت ایک نسل کی مدت کے اندر اندر ختم کی جاسکتی ہے اگر حکومت اس ضمن میں ٹھوس کمٹ مینٹ کرے۔انہوں نے قرآن پاک کا حوالہ دیا:

اِنَّ اللّٰهَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ

(الرعد:12)

یقیناً اللہ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک وہ خود اسے تبدیل نہ کریں جو ان کے نفوس میں ہے۔

پاکستان انسٹی ٹیوٹ آف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی (PINSTECH)۔سینٹر فار نیوکلئیر ریسرچ (اسلام آباد)۔اور سپارکو SUPARCO کے قیام کے پیچھے بھی آپ ہی کا ہاتھ کار فرما تھا۔انہوں نے پنجاب میں سیم اور تھور کا حل محنت شاقہ کے ساتھ تلاش کیا جو پاکستان میں زراعت کیلئے ایک بہت بڑا مسئلہ تھا۔سلام نے اس سنگین مسئلہ پر بہت سارے مضامین لکھے جو امریکہ کی کانگریس میں پیش کئے گئے تھے۔سلام کی درخواست پر امریکی صدر جان ایف کینیڈی نے امریکی ماہرین زراعت کی ایک ٹیم پاکستان بھیجی جن کی محنت شاقہ اور حکمت عملی سے (پنجاب میں) لاکھوں ایکڑ زرعی زمین ضائع ہونے سے بچ گئی۔

ڈاکٹر سلام نے دن رات نہایت جاں فشانی سے پوری لگن سے کام کیا کہ کسی طرح فزکس کا انسٹی ٹیوٹ کسی ملک میں قائم کرسکیں۔جیسا کہ لوگ جانتے ہیں پاکستان نے اس ضمن میں کسی دلچسپی کا اظہار نہ کیا بلکہ اس دور کے فنانس منسٹر مسٹر محمد شعیب نے صدر ایوب خاں کو مشورہ دیا کہ پروفیسر موصوف سائنسدانوں کیلئے فائیو سٹار ہوٹل کھولنا چاہتے ہیں۔ڈاکٹر سلام نے دل برداشتہ ہوکر کئی ایک یوروپی ممالک سے رابطہ قائم کیا۔بالآخر ایسا سینٹر (انٹرنیشنل سینٹر فار تھیورٹیکل فزکس) 1964 میں اٹلی میں قائم ہوگیا۔سلام اس سینٹر کے تیس سال تک ڈائریکٹر رہے جس سے ترقی پذیر ممالک اور ترقی یافتہ ممالک کے درمیان سائنس کا ایک پل قائم ہوگیا۔سائنس رائیٹر رابرٹ وال گیٹ نے ڈاکٹر سلام کے بارہ میں کہا تھا

"وہ ایک ایسا انسان ہے جس پر وقت لاگو نہیں ہوتا، وہ دو دنیاؤں اور دو سائنسی پرابلم میں بٹاہوا ہے، یہ دنیا کیلئے نقصان ہے کہ وہ دو زندگیاں نہیں پاسکتا۔"

1979 میں ڈاکٹر سلام نے گرینڈ یونی فی کیشن تھیوری میں عالی شان ریسرچ کر کے فزکس کا نوبل انعام جیت لیا۔اس تھیوری کیلئے ان کو انسپریشن ان کے مذہبی عقیدہ سے ملی کہ (فطرت کی تمام) قوتیں ایک ہی منبع سے نمود پذیر ہوتی ہیں۔

(لندن میں) اپنے گھر میں جب وہ گھنٹوں سائنسی ریسرچ میں مصروف ہوتے تھے تو ساتھ میں مطالعہ کے کمرے کے اندر نعت کی ٹیپ کیسٹ یا قرآن پاک کی تلاوت ٹیپ پر لگی ہوتی تھی۔نوبل انعام وصول کرنے کی شاہی رسم کے موقعہ پر سلام نے اپنا قومی لباس زیب تن کیا ہؤا تھا یعنی شیروانی، پگڑی اور کھسہ (پنجابی جوتا)۔اس موقعہ پر سلام نے اپنی تقریر کا آغاز تلاوت قرآن پاک کی درج ذیل آیات سے کیا:

مَاتَرٰی فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ فَارْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ تَرٰی مِنْ فُطُوْرٍ ○ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ کَرَّتَیْنِ یَنْقَلِبْ اِلَیْکَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِیْرٌ ○

(الملک:4-5)

نوبل انعام جیتنے کے بعد سلام نے وطن عزیز کا دورہ کیا۔ایک موقعہ پر وہ ڈاکٹر عثمانی کے ہمراہ (کار) میں سفر کر رہے تھے تو سلام نے کہا کہ انہیں گورنمنٹ کالج لاہور جانا ہے۔ڈاکٹر عثمانی نے جواب دیا کہ اس وقت کالج میں تعطیلات کے ایام ہیں اس لئے وہاں کوئی بھی نہ ہوگا۔ڈاکٹر سلام نے کہا: جس شخص سے مجھے ملنا ہے وہ شرطیہ طور پر وہاں ہوگا۔جب ان کی کار کالج کے قریب چند ورکرز کے پاس پہنچی تو ڈاکٹر سلام کار سے نکلے، ایک ملازم سے مصافحہ کر کے اسے سینے سے لگالیا۔ڈاکٹر عثمانی نے اس پر تعجب کا اظہار کیا اور پوچھا کہ یہ کون ہے؟ ڈاکٹر سلام نے کہا اس محترم کا نام سیداں ہے جو نیو ہوسٹل کی کھانے کی میس میں سرونٹ ہے۔جب میں یہاں طالب علم تھا تو وہ میرے ہوسٹل کے کمرہ کو باہر سے تالا لگا دیا کرتا تھا اور میرا کھانا مجھے کھڑکی کے راستہ دیا کرتا تھا۔

اساتذہ کا احترام

جن لوگوں نے ڈاکٹر سلام کو ان کی زندگی میں کسی بھی رنگ میں مدد کی تھی انہوں نے ان کو کبھی فراموش نہ کیا۔جب وہ کیمبرج میں لیکچرار تھے تو وہ اپنے مفلس یا ریٹائرڈ اساتذہ کو امدادی رقم بھجوایا کرتے تھے۔وہ اپنے تمام اساتذہ کو عزت و تکریم کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔جب وہ بھارت کے سرکاری دورہ پر گئے تو انہوں نے تاکید کی کہ ان کے تمام ہندو اور سکھ اساتذہ جو ہجرت کر کے وہاں آباد ہو گئے تھے ان کو ایسے تمام فنکشن میں مدعو کیا جائے جو ان کی عزت افزائی کیلئے ترتیب دئے گئے تھے۔ڈاکٹر سلام کو 274 ایوارڈ، ڈگریاں اور انعامات دئے گئے تھے جن میں اکثر کے

ہمراہ خطیر رقم کے کیش ایوارڈ بھی ہوتے تھے۔ انہوں نے انعامات میں ملنے والی تمام رقوم سے مستحق طلباء کے لئے سکالرشپ شروع کیا تا اس سے نادار افراد کی مدد کی جاسکے۔

بھارت کے دورہ کے دوران ان کا استقبال ہیرو کے طور پر کیا گیا۔ (وزیر اعظم) اندرا گاندھی پر آپ کے رعب اور جلال کا اس قدر اثر تھا کہ اس نے آپ کے برابر بیٹھنے سے انکار کر دیا بلکہ آپ کے قدموں میں فرش پر بیٹھی رہی۔ انڈیا میں جب طلباء نے آپ سے سوال کیا کہ نوبل انعام ملنے کے بعد آپ میں کیا تبدیلی آئی ہے تو آپ نے جواب دیا:

"سب سے بڑی تبدیلی تو یہ آئی ہے کہ اب میں ان (ذی اثر) لوگوں سے مل سکتا ہوں جن سے میں ملنا چاہتا تھا، اور اب ان کی مدد سے اور خدائے تعالیٰ کی مہربانی سے میں اب تھرڈ ورلڈ کے بہت سارے ابھرتے ہوئے سائنسدانوں کی مدد کر سکتا ہوں۔ اس کے ماسوا میرے لئے نوبل انعام کوئی وقعت نہیں رکھتا۔ "

دنیامیں صرف ایک ھی ھیر

ایک دفعہ ایک جرنلسٹ نے پوچھا کہ غیر معمولی کامیابیوں کے حاصل کرنے کے بعد آپ کیسا محسوس کرتے ہیں کہ جھنگ کا چھوٹا سا قصبہ جو ہیر کے عشقیہ قصے کی وجہ سے مشہور تھا اب اس صدی کے ایک عظیم سائنسدان کا آبائی قصبہ ہونے کی وجہ سے معروف ہے۔ سلام نے نہایت حلیمانہ انداز میں بذلہ سنجی سے جواب دیا: اس وقت دنیا میں 325 سے زیادہ نوبل لاریئیٹ ہیں لیکن دنیا میں صرف ایک ہی ہیر ہے۔

1988 میں آپ کو لاہور میں فیض میموریل لیکچر دینے کیلئے مدعو کیا گیا۔ اس تقریر کے متن سے آپ کی منکسر المزاجی اور فطری حجاب کی واضح جھلک نظر آتی ہے۔ آپ نے تسلیم کیا کہ فیض احمد فیض جو عشق اور حسن کی دنیا میں رہتا تھا اور جو اس کے ماحول میں چھایا ہوا تھا، اس کے مقابلہ میں میں جو خشک بے رنگین ایٹم کی دنیا کا مکین ہوں بہت کم تر انسان ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ قرآن مجید کا آٹھواں حصہ مسلمانوں کو تاکید کرتا ہے کہ وہ تفکر و تدبر کو اوڑھنا بچھونا بنائیں، سوال اٹھائیں اور فطرت کی قوتوں کو انسانیت کے فائدہ کے لئے مسخر کریں۔ آپ نے فرمایا کہ فیض ایک ایسا جلیل القدر انسان تھا جس نے اس چیلنج کو قبول کیا جیسا کہ ہر مومن کو کرنا چاہئے۔ آپ نے روحانی شاعری اور سائنس میں مطابقت بیان کرتے ہوئے کہا کہ کس طرح دونوں ایک ہی نصب العین کی طرف لے جاتے ہیں تا خدائے کریم کی پیدا کردہ فطرت کے رازوں سے پردے اٹھائے جاسکیں۔ نیز شاعر اور سائنسدان دونوں کسطرح اسی منبع سے وجدان پاتے ہیں۔ آپ نے مزید کہا کہ فیض اور مجھ میں ایک اور قدر مشترک یہ ہے کہ ہم دونوں اپنے ہی وطن میں نا قابل قبول انسان مانے جاتے ہیں۔

زندگی کا آخری حصہ جو آپ نے زیادہ تر برطانیہ میں گزارا۔ جب آپ سے پوچھا گیا کہ آپ پاکستان آنے سے کیوں کتراتے ہیں؟ آپ نے اس کا نہایت سیدھا سادھا، ایمان دارانہ جواب یہ دیا کہ یہ پاکستان ہے جو مجھے واپس لینے میں کنی کتراتا ہے۔ ڈاکٹر سلام کو کئی ممالک کی طرف سے شہریت کی پیش کش کی گئی، بشمول کویت اور اردن کے، ان ممالک نے بلکہ ان کو یونیسکو کے ڈائریکٹر جنرل کے لئے نامزد کرنے کا بھی کہا۔ (وزیر اعظم) جواہر لال نہرو نے آپ کو دعوت دی کہ آپ بے شک اپنی طے شدہ شرائط پر ہمارے ملک میں ہجرت کر آئیں ہمیں تمام شرائط منظور ہوں گی۔ جب برطانیہ کی حکومت نے آپ کو مطلع کیا کہ کوئین ایلز بیتھ آپ کو سر کا خطاب دینا چاہتی ہیں تو آپ نے اس خطاب" نائٹ کمانڈر آف برٹش ایمپائر" یعنی KBE(Knight Commander of British Empire) کو لینے سے انکار کر دیا کیونکہ یہ صرف برطانوی شہریت رکھنے والے لوگوں کو دیا جاتا ہے۔ (تاہم آپ کو اعزازی سر کا خطاب دیا گیا تھا، مترجم)۔

ڈاکٹر سلام تمام زندگی پاکستان کے معزز شہری رہے اور تن تنہا وطن عزیز کیلئے (علمی) جنگوں میں برسر پیکار رہے۔ پاکستان کے ایٹمی ادارہ PAEC کے سابق چیئر مین ڈاکٹر منیر احمد خاں نے نومبر 1997 میں ڈاکٹر سلام کی وفات کے ایک سال بعد مندرجہ ذیل مدحیہ الفاظ کہے:

"ہم پاکستانی چاہیں تو ڈاکٹر سلام کو فراموش کر دیں مگر دنیا ہمیشہ ڈاکٹر سلام کو یاد رکھے گی"۔

مشہور زمانہ صحافی جمیل الدین عالی نے ایک دفعہ اخبار میں مضمون لکھا جس کا عنوان کچھ یوں تھا مشرق کے دو نا کام ہیرو پوری دنیا میں امام مانے جاتے ہیں۔ یہاں اس کا اشارہ ڈاکٹر سلام اور مدر تھریسا کی طرف تھا۔ مدر تھریسا کو عنقریب سینٹ ہوڈ کا لقب دے دیا جائیگا۔ اگر چہ پوری دنیا میں ڈاکٹر سلام کی یاد میں تزک واحتشام سے جلسے منعقد کئے جاتے ہیں، ان کے اپنے ملک میں ان کی عزت وعصمت تعصب اور بے پرواہی کے دبیز پردوں کے نیچے مدفون ہے۔ ان کا نام سکول کی ٹیکسٹ بکس، اہم کتابوں اور معروف رسالوں سے خارج کیا جا چکا ہے۔ یہ بلاشبہ ہمارا اپنا ہی نقصان ہے۔

میرا دوست۔جھنگ کا عبقری

کے، کے، کٹیال (سابق ،ایسوسی ایٹ ایڈیٹر دی ہندو، نیو دہلی)

لاہور کے اخبار دی ڈیلی ٹائمز میں میری حالیہ وزٹ کے دوران ڈاکٹر عبدالسلام، نوبل لارئیٹ پر ایک مضمون پڑھ کو میرے دل میں اس خواہش نے جنم لیا کہ میں بھی اس عظیم انسان کے بارہ میں اپنی یادداشتوں کو قلم بند کروں۔ یہ میری خوش قسمتی ہے کہ میری اس سے ذاتی واقفیت ایم بی مڈل سکول اور گورنمنٹ انٹرمیڈیٹ کالج، جھنگ کے شروع ایام میں ہوئی۔ لیکن میری ساؤتھ ایشیا فری میڈیا ایسوسی ایشن کے ساتھ مشغولیت اور اس کے زیراہتمام منعقد ہونے والی کانفرنس "میڈیا اینڈ ری کان سی لیشن ان ساؤتھ ایشیا" میری اس خواہش کی تکمیل میں رکاوٹ بنے رہے۔ (انڈیا) واپس آنے پر میں نے اپنے خیالات کو مرکوز کرنا شروع کیا۔ یہ ایک مشکل کام تھا۔ چھ دہائیاں گزرنے کے باوجود پرانی یادیں یکے بعد دیگرے آنکھوں کے سامنے بجلی کی کوند کی مانند آنا شروع ہوگئیں۔ مجھے افسوس ہے کہ برصغیر ہندوستان کے بٹوارے کے بعد مجھے عبدالسلام سے ملنا ممکن نہ ہوسکا تاہم 1979 میں جب اسے نوبل انعام سے نوازا گیا تو بھارت کے دورہ پر آیا۔ تب اس سے ہونے والی ملاقات میرے لئے ایک کڑا جذباتی تجربہ تھی۔

1938 میں ایک روز ماسٹر کیسر داس جو ہمارے سکول میں ایک فدائی ٹیچر تھا اور جو ہم میں سے کچھ کی تعلیم میں سکول کے اوقات کے دوران اور اس کے بعد بھی ذاتی دلچسپی لیا کرتا تھا اس نے مجھے ایسی نصیحت کی جو بظاہر بہت دلچسپ نظر آتی تھی۔ " اس لائق لڑکے کے ساتھ میل جول رکھنا اس کی گائیڈنس تمہارے لئے سکالرشپ حاصل کرنے میں لازماً مدثابت ہوگی۔" اور یقیناً ایسا ہی ہوا۔ یہ لائق لڑکا بھلا اور کون تھا ماسوا عبدالسلام کے۔ میں نے اس سے قدرے تذبذب اور خوف کے ساتھ پہلی ملاقات کی۔ ایسے لڑکے جو سکول کالج میں اول آتے یا ذہین لڑکے عموماً اکثر صورتوں میں گستاخ پائے جاتے یا پھر اپنے سے کم ذہین طالب علموں کیلئے ان کے پاس کم ہی وقت ہوتا ہے۔ لیکن میرا اندیشہ غلط ثابت ہوا۔ کوئی غلط فہمی والی صورت حال پیدا نہ ہوئی۔ میں نے اس سے پوچھا کہ کیا میں اس سے کسی مسئلہ کے سمجھنے کیلئے ملاقات کرسکتا ہوں۔ اس نے مجھے مکمل یقین دہانی کرائی۔ چنانچہ کسی نہ کسی مسئلہ کو سمجھنے کیلئے میں اس سے ملتا رہا اور ہر بار میں نے اسے صبر والا پایا اور وہ ہر مسئلہ پوری محنت کے ساتھ مجھے سمجھاتا رہا۔ جو امر بظاہر مشکل نظر آتا تھا اس کی توضیح کے بعد آسان نظر آنے لگتا تھا۔

میرا اس کے ساتھ ایک اور تعلق بھی پیدا ہوگیا۔ سکول کے ایام کے دوران جرنلزم کے فطری تجسس کی وجہ سے میں دو اخبارات کے دفاتر کے چکر لگایا کرتا تھا جو جھنگ سے اس وقت شائع ہوتے تھے یعنی جھنگ سیال اور عروج۔ عروج ڈسٹرکٹ بورڈ کی پبلی کیشن تھا جسے ایجوکشن ڈی پارٹمنٹ کا ایک سٹاف ممبر ایڈیٹ کرتا تھا یعنی اس دور کا ممتاز شاعر مجید امجد۔ ڈسٹرکٹ بورڈ آفس کے چکروں کے دوران امجد کے قریبی دوست اور شریک کار چوہدری محمد حسین کے ساتھ بھی میری شناسائی ہوگئی۔ آپ عبدالسلام کے والد ماجد تھے۔

اس شناسائی کی بناء پر میرا عبدالسلام کے گھر وقتاً فوقتاً گائیڈنس کیلئے جانا شروع ہو گیا۔ یہ ایک معمولی سا گھر تھا۔ عبدالسلام کے مطالعہ کے کمرے کی دیواروں پر گارے والی مٹی کا لیپ لگا ہوا تھا۔ ایک چارپائی اینٹوں پر رکھی ہوئی تھی اس کے ساتھ ایک چھوٹا سا میز جس پر کتابیں تہ وار رکھی ہوئیں تھیں۔ اکثر کتابوں کے حاشیئے اس کے نوٹس سے لبریز تھے۔ کچھ سال قبل میں اس گھر کو دیکھنے دوبارہ گیا جو اگرچہ حکومت پاکستان نے اپنے قبضہ میں لے لیا ہوا ہے مگر بڑی قابل رحم حالت میں تھا۔ باوجودیکہ میں نے اس وقت کے وزیراعظم نواز شریف سے مکان کی بری حالت کے بارہ میں شکایت کی، مگر اس کی مرمت کیلئے کچھ بھی نہ کیا گیا۔

عبدالسلام کے ساتھ میری کوئی گہری بے تکلفی والی دوستی نہ تھی بلکہ قریبی شناسائی تھی۔ چشموں والا دبلا لڑکا، شلوار قمیص اور پگڑی پہنے جو کالج کے احاطہ میں سائیکل پر جارہا ہوتا تھا وہاں اکثر دیکھنے میں آتا تھا۔ جو اعزاز اس نے تعلیم میں اور مباحثوں میں حاصل کئے ان کی شہرت عموماً سننے میں آتی تھی۔ جب عبدالسلام نے انٹرمیڈیٹ کا امتحان پاس کرلیا تو اس کے والد نے ڈویژنل انسپکٹر آف ایجوکیشن سے اپنے بیٹے کی ملازمت کیلئے ملاقات کی کیونکہ ان کی فیملی اس کی ہائر ایجوکیشن کیلئے تعلیمی اخراجات برداشت نہ کرسکتی تھی۔ انسپکٹر نے اس کے والد سے التماس کی کہ وہ ہونہار بیٹے کو مزید تعلیم حاصل کرنے دیں۔ نوجوان طالب علم کیلئے ایک سکالرشپ کا انتظام ہوگیا اور یہ صورت حال بدل گئی۔ اس واقعہ کو کرشمہ سے کم نہیں تسلیم کیا جاسکتا کہ یوں بیسویں صدی کا ایک ذہین ترین دماغ کلرک کی ملازمت

میں متاع عزیز کھپانے سے بچ گیا۔

سلام کے جملہ اساتذہ میں سے کسی کو بھی ذرا شک نہ تھا کہ اس عبقری بچے میں کس قدر خوابیدہ قوت موجود ہے۔ "سلام کی قسمت میں مقدر ہو چکا ہے کہ وہ نہ چھوئے جانے والی بلندیوں کو چھوئے گا "۔ یہ فقرہ اردو کے استاد صوفی ضیاء الحق اکثر دہراتے تھے جو بعد میں گورنمنٹ کالج لاہور سے عربی کے استاد کے طور پر ریٹائر ہوئے۔ عبد السلام کے فزکس کے ٹیچر ہنس راج بھاٹیہ بھی اس سے ملے جلے جذبات کا اظہار کرتے تھے۔

عبد السلام کی دہلی وزٹ کے دوران میں نے ان دو پروفیسروں کے بارہ میں بہت کچھ سنا۔ ہنس راج کو تو وہ اپنے ساتھ ان تمام یونیورسٹیوں کے دوروں پر لے گیا جنہوں نے نوبل لاریٹ کو مبارکباد دی تھی۔ یہ تشکر کے جذبہ کا نرالا اظہار تھا۔

یہ وہی عبد السلام تھا جو 1979 میں نوبل انعام ملنے کے بعد دہلی آیا مگر قدرے بدلا ہؤا۔ بھرے ہوئے جسم اور ڈاڑھی سے مرصع چہرہ کے ساتھ فزکس کے میدان میں دنیا بھر سے ملنے والی اس کی علمیت کی قدر شناسی۔ نیو دہلی میں میرے گھر عصرانے کے دوران اس نے اپنی شخصیت کے تمام امتیازی اوصاف کو بڑے ساحرانہ انداز میں بیان کیا۔ سب لوگوں پر یہ بات عیاں ہوگئی کہ وہ اپنے دیس کی مٹی سے بنا انسان تھا جس نے خالص جھنگی زبان میں بات چیت کی۔ نوبل انعام کی تقریب کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے اس نے بتلایا کہ کس طرح وہ سر پر ایسی پگڑی پہننے پر مصر تھا جس میں کلغی بنی ہو۔ سویڈن میں ایسی پگڑی کا دستیاب ہونا جوئے شیر لانے کے مترادف تھا تاہم اس نے پگڑی پاکستانی سفارت خانے کے ملازم سے حاصل کرلی مگر اس میں لگی کلف نے بڑی مشکل سے دوچار کردیا۔ اس تقریب کی تصاویر اگلے روز اخبارات کی زینت بنیں جس میں سلام سویڈن کی ملکہ کے ساتھ گفتگو کے دوران اس کی جانب جھکا ہؤا ہے۔

انعام ملنے کے بعد اس کے بچوں نے اس سے انعامی رقم میں سے کچھ کا مطالبہ کیا مگر اس نے ان کو بتلایا کہ یہ رقم تو صرف کسی charity (نیک مقصد) کیلئے خرچ کی جا ئیگی۔ اس کے بچوں نے مزاحیہ طور پر جواب دیا کیا charity اپنے ہی گھر سے شروع نہیں ہوتی؟ تاہم سلام نے ان سے اتفاق نہ کیا۔ یہ رقم ایک طور سے اپنے ہی گھر پر خرچ کی گئی یعنی رقم کا کثیر حصہ جھنگ کے گورنمنٹ کالج کو دے دیا گیا جس میں عبد السلام سائنس بلاک تعمیر کیا گیا ہے۔

دوستانہ گفتگو کے ماحول میں کئی موضوعات پر اس نے اظہار خیال کیا۔ دعوت میں موجود ایک مہمان نے جب برہم ہو کر کہا کہ انڈیا اور پاکستان کے تعلقات کی حد ہوگئی۔ آیئے اب فیصلہ کریں یا یوں ہوگا یا ایسے ہوگا۔ ڈاکٹر عبد السلام نے جواباً کہا: لگتا ہے کہ ہمارا عزیز دوست کسی قسم کا کنٹریکٹر ہے۔

ایک اور دوست نے سوال کیا کیا مذہب اور سائنس متضاد چیزیں نہیں؟ انہوں نے جواب دیا ہرگز نہیں، اس کے ساتھ انہوں نے قرآن کی آیات کے حوالے دیئے۔

ایک اور صاحب نے سوال کیا سادہ الفاظ میں مجھے اپنی تھیوری بتلائیں جس کی بناء پر آپ کو نوبل انعام ملا ہے۔ سلام نے جواب دیا: میں نے فطرت کی مختلف قوتوں میں سے دو کو ایک ثابت کیا ہے اب میں باقی ماندہ کو ایک ثابت کرنے کی کوشش میں ہوں۔ ہائے افسوس کہ وہ اپنے مقصد کو نہ پا سکا۔

وہ امتیازی اوصاف جو اس کی بچپن کی زندگی میں اجاگر تھے وہ زندگی کے بعد والے حصہ میں خوب نکھر کر سامنے آئے: ذہانت، عاجزی، دوسروں کو علم سکھانا، اپنے وطن سے محبت، اور مذہبی رجحان۔ یقیناً وہ باقی ماندہ انسانوں سے ایک گز اونچا تھا۔

☆☆☆

مسل نمبر | | | | | |　　دفتری استعمال کے لئے　　وصیت نمبر | | | | | |

میں ____________ ولد/بنت ____________ زوجہ ____________

قوم ______ پیشہ* ______ تاریخ پیدائش/عمر ____________ تاریخ بیعت ____________

موجودہ پتہ ____________ مُلک ____________

مستقل پتہ ____________ مُلک ____________

* ضروری نوٹ (یہاں پیشہ کی نوعیت، ملازمت سرکاری/نیم سرکاری/پرائیویٹ کی نوعیت، کاروبار/تجارت کی نوعیت وضاحت سے لکھیں نیز اگر طالبعلم ہیں تو کلاس اور کورس لکھیں)

بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اِکراہ آج بتاریخ ____________ حسب ذیل وصیت کرتا / کرتی ہوں ۔

اول:- میں حضرت میرزا غلام احمد مسیح موعود بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ قادیان ۔ضلع گورداسپور پنجاب کا/کی پیرو ہوں۔اوران کے تمام دعاوی پر صدق دل سے ایمان رکھتا/رکھتی ہوں۔ میں نے حضرت مسیح موعود بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کا رسالہ الوصیت مجریہ ۲۴دسمبر ۱۹۰۵ء وضمیمہ رسالہ الوصیت مورخہ ۶ جنوری ۱۹۰۶ء وریزولیوشن مجلس معتمدین صدر انجمن احمدیہ قادیان اجلاس اول منعقدہ ۲۹ جنوری ۱۹۰۶ء مصدقہ حضرت مسیح موعود بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ تمام وکمال پڑھ/سن لیا ہے۔اور میں ان تمام ہدایات کا جو اس میں مندرج ہیں اپنے آپ کو پابند قرار دیتا/دیتی ہوں۔ اور میں ان ہدایات کی روشنی میں وصیت کرتا/کرتی ہوں کہ میرے مرنے کے بعد نعش کو بہشتی مقبرہ واقعہ قادیان میں دفن کرنے کے لئے قادیان پہنچایا جائے بشرطیکہ مجلس کارپرداز مصالح قبرستان کی طرف سے ایسا کرنے کی مجھے یا میرے بعد میرے ورثاء کو اجازت حاصل ہو جائے اور نعش کو قادیان پہنچانے کے اخراجات اگر میں فوت ہونے سے پہلے خزانہ صدر انجمن احمدیہ ربوہ میں جمع نہ کرا سکا/سکی تو میری جائیداد متروکہ میں سے وضع کئے جائیں لیکن ایسے اخراجات کا اثر اس حصہ جائیداد پر نہ پڑیگا جو میں اس وصیت کی رو سے صدر انجمن احمدیہ ربوہ کو دیتا/دیتی ہوں۔

دوم:- رسالہ الوصیت کے بعد جسقدر ہدایات یا احکام حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی طرف سے یا صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ یا صدر انجمن احمدیہ قادیان یا مجلس کارپرداز مصالح قبرستان قادیان/ربوہ کی طرف سے متعلق مقبرہ بہشتی یا موصیان جاری ہونگے ان ہدایات اور احکام کا جہاں تک وصیت سے تعلق ہے میں اور میرے ورثاء پابند ہونگے۔

سوم:- میری وصیت جو میری آخری وصیت ہے ہر طرح صحیح اور قائم رہے گی خواہ میری نعش بہشتی مقبرہ میں دفن ہو سکے یا نہ ہو سکے۔

چہارم:- میں اقرار قانونی اور شرعی کرتا/کرتی ہوں کہ اپنی وصیت کے حوالے سے جس نوعیت کا چندہ بھی ادا کروں گا/گی وہ محض للہ ادائیگی ہوگی اور مجھے اور میرے کسی عزیز یا وارث کو کبھی اور کسی حالت میں اس ادا شدہ چندہ کی واپسی کے مطالبہ کا حق نہ ہوگا۔

پنجم:- میں نے اپنی حیثیت کے لحاظ سے مبلغ ____________ روپے چندہ شرط اول کے طور پر اور مبلغ **-/100** روپے اعلان وصیت کے لئے بذریعہ رسید نمبر ____________ مورخہ ____________ مقامی جماعت ____________ / خزانہ صدر انجمن احمدیہ پاکستان ۔ ربوہ میں ادا کر دیئے ہیں ۔

نوٹ:- یہاں وصیت کنندہ اپنی آمد، جائیداد اور شرح وصیت وغیرہ کا اندراج کرے۔ نیز کوئی اندراج مشکوک ومخکوک نہ ہو اور صاف ہو، دو قلموں یا سیاہیوں سے لکھا نہ ہو۔

”میں وصیت کرتا/کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائیداد منقولہ و غیر منقولہ کے 1 حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ ہوگی۔ اس وقت میری کل جائیداد منقولہ و غیر منقولہ کی تفصیل حسب ذیل ہے جس کی موجودہ قیمت درج کر دی گئی ہے۔ / اس وقت میری کوئی جائیداد نہیں ہے ۔

اس وقت مجھے مبلغ __________ روپے ماہوار/سالانہ بصورت __________ مل رہے ہیں اور مبلغ __________ روپے سالانہ آمد از جائیداد ہے۔ میں تازیست اپنی ماہوار/سالانہ آمد کا جو بھی ہو گی 1 حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ کرتارہوں گا/ کرتی رہوں گی۔ اور اگر اس کے بعد کوئی جائیداد یا آمد پیداکروں تو اس کی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتارہوں گا/ دیتی رہوں گی۔ اور اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ میں اقرار کرتا/کرتی ہوں کہ اپنی جائیداد کی آمد پر حصہ آمد بشرح چندہ عام تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ کو ادا کرتارہوں گا/کرتی رہوں گی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر/منظوری وصیت سے نافذکی جائے"۔

گواہ شد	العبد/الامۃ	گواہ شد
دستخط ونشان انگوٹھا	دستخط ونشان انگوٹھا	دستخط ونشان انگوٹھا
نام __________	نام __________	نام __________
ولدیت __________	ولد، بنت/زوجہ __________	ولدیت __________
مکمل پتہ __________	مکمل پتہ __________	مکمل پتہ __________
__________	__________	__________

ضروری نوٹ: وصیت کنندہ اور ایسا ہی گواہان خواہ خواندہ ہوں یا ناخواندہ۔ اپنے دستخط یا مواہیر کے ساتھ نشان انگوٹھا ضروری لگادیں۔ اور جو خواندہ ہیں وہ دستخط بھی کریں۔ اور مرد بائیں ہاتھ کا اور عورت دائیں ہاتھ کا انگوٹھا لگادے۔

تصدیق

(۱) میں پورے صدق اور دیانتداری سے تصدیق کرتا ہوں کہ جہاں تک میرا علم ہے وصیت کنندہ مسمیٰ/مسماۃ __________ ولد، بنت/زوجہ __________

ساکن __________

جہاں تک اس کے لئے ممکن ہے پابند احکام دین ہے اور تقویٰ طہارت کے امور میں کوشش کرنے والا/والی ہے اور احمدی۔ خدا کو ایک جاننے والا/والی اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لانے والا/والی ہے اور نیز حقوق عباد غصب کرنے والا/والی نہیں ہے۔

(۲) جو کچھ وصیت کنندہ نے وصیت فارم میں اپنی جائیداد اور آمد درج کی ہے وہ درست ہے۔

مصدق نمبر۳ دستخط صدر لجنہ (بصورت خواتین)	دستخط مصدق نمبر۲	دستخط مصدق نمبر۱
نام __________	نام __________	نام __________
مکمل پتہ __________	مکمل پتہ __________	مکمل پتہ __________
__________	__________	__________

سوالات	جوابات
۱: نام وصیت کنندہ	
ولدیت/زوجیت	
۲: کیا نظام جماعت کے ساتھ اطاعت و تعاون اور احترام کی روح میں صف اول کے شمار ہو سکتے ہیں؟	
۳: ذیلی تنظیموں کے کام میں دلچسپی اور تعاون کا نمایاں جذبہ ہے؟	
۴: وصیت کنندہ کے خلاف کبھی کوئی تعزیری کاروائی تو نہیں ہوئی؟ اس کی نوعیت واضح ہونی چاہئے	
۵: اس سے قبل وصیت کنندہ کی وصیت منسوخ/نامنظور تو نہیں ہوئی؟	
۶: کیا دینی پردہ کے احکامات اور روح کی حفاظت کی جاتی ہے؟ صاحب اولاد مرد کی صورت میں بیوی اور بچیاں اگر کوئی ہوں تو دینی شعائر پردہ وغیرہ کی پابند ہیں؟	
۷: مالی لین دین اور معاملات میں کردار بے داغ ہے؟	
۸: متاہلی زندگی میں میاں بیوی کا نمونہ احمدیت کی تعلیمات کے منافی تو نہیں؟	
۹: ذریعہ معاش یا کاروبار ایسا اختیار تو نہیں کیا جو عرفاً یا شرعاً ناپسندیدہ ٹھہرتا ہو؟	
۱۰: وصیت سے قبل کوئی جائیداد بصورت ہبہ/تقسیم اگر اولاد یا کسی دوسرے کے نام منتقل کر چکے ہیں تو ذکر کریں کتنی جائیداد اور کب کی؟	
۱۱: گھر کے رہن سہن کے لحاظ سے کپڑوں، کھانے پینے اور روز مرہ کی سہولتوں پر اندازاً ماہوار اوسط خرچ فی کس کیا ہے؟	
۱۲: اگر کوئی ایسی جائیداد ہے جو وصیت کنندہ نے اپنے پیسوں سے اپنے بچوں یا کسی رشتہ دار یا واقف کار کے نام خریدی ہو تو اس جائیداد کی تفصیل مع قیمت لکھیں۔	
۱۳: والدین/اولاد یا خاوند/بیوی سے ترکہ میں ملنے والی جائیداد کی تفصیل بھی تحریر کریں کیا تمام ترکہ شامل وصیت کیا گیا ہے۔ اگر شامل نہیں کیا گیا تو کیوں؟	
۱۴: کیا وصیت کنندہ کے خاوند/بیوی، والد/والدہ کی وصیت ہے؟	
۱۵: (ا) موصی/موصیہ کی عمر ۶۰ سال یا زائد ہے تو تحریر کریں کہ انکی زیادہ سے زیادہ ماہانہ یا سالانہ آمدن کیا رہی ہے؟ (ب) اس سے قبل وصیت کیوں نہیں کر سکے؟	
۱۶: وصیت کنندہ نے وصیت صحت کی حالت میں کی ہے؟	
۱۷: کیا اولاد وصیت کنندہ کی مالی اعانت کرتی ہے؟ اگر کرتی ہے تو کس قدر؟	
۱۸: وصیت کنندہ کے زیر کفالت کتنے افراد ہیں؟	

نوٹ:۔ تمام سوالات کے جوابات واضح لکھیں۔ ہاں یا ناں کافی نہیں۔

تصدیق بابت چندہ جات

1. وصیت کنندہ ہماری جماعت میں عرصہ............ سے لازمی چندہ جات باشرح باقاعدہ ادا کر رہا ہے اور بقایا دار نہ ہے۔ نیز دیگر مالی تحریکات اور ذیلی تنظیم کے چندہ جات میں بھی حسب توفیق شامل ہے۔

2. ہم ممبران مجلس عاملہ تصدیق کرتے ہیں کہ مندرجہ بالا کوائف اور جوابات درست ہیں۔ وصیت کنندہ وصیت کے نظام میں شامل ہونے کے قابل ہے

دستخط امیر/صدر جماعت　　　　دستخط سیکرٹری مال　　　　دستخط عہدیدار ذیلی تنظیم

نام ____________ پتہ ____________

هدایات

۱: وصیت تحریر کرنے سے پہلے رسالہ الوصیت، ضمیمہ اور فیصلہ جات کو پڑھ یا سن لینا چاہئے اور اس بات کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ وصیت کی سب سے مقدم شرط یہ ہے کہ موصی نیک، پابند احکام شریعت، دین کو دنیا پر مقدم کرنے والا سچا اور پاک وصاف مخلص احمدی ہو۔

۲: وصیت تندرستی کی حالت میں کی جاوے۔ مرض الموت کی وصیت منظور نہ ہوگی۔

۳: جس وصیت میں جائیداد غیر منقولہ درج ہو اس پر حتی الوسع موصی کے ورثاء اور شرکاء کے دستخط ہونے چاہئیں۔

۴: عورت کی وصیت پر اگر اس کا خاوند زندہ ہے تو اس کی گواہی درج ہونی چاہئے۔ حق مہر بھی عورت کی جائیداد ہے جو شامل وصیت ہونا چاہیے۔ اس وضاحت کے ساتھ خاوند سے وصول ہو چکا ہے یا اس کے ذمہ ہے۔ زیورات کی تفصیل میں زیور کا نام، وزن اور اندازاً قیمت درج کیا جائے۔ اسی طرح خاوند کی ماہوار آمد بھی درج کی جاوے۔ اور خاوند کے موصی ہونے کی صورت میں اس کا وصیت نمبر بھی درج کیا جائے۔

۵: جس وصیت میں جائیداد غیر منقولہ درج ہو اس کو اپنے علاقے کے سب رجسٹرار سے سرکاری طور پر رجسٹری کروالینا چاہئے۔ جن موصیان کے رستے میں جائیداد غیر منقولہ کی وصیت کرنے میں کوئی قانونی روک ہو وہ جسقدر جائیداد کی وصیت کرنا چاہتے ہیں اسے اپنی زندگی میں ہی صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ کے نام ہبہ کر دیں اور جائیداد موہوبہ کا داخل اخراج صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ کے نام کروا کر منظور شدہ انتقال کی باقاعدہ نقل بھجوادیں۔ اگر ہبہ مذکورہ میں دقت ہو تو جسقدر جائیداد وصیت کے وقت موجود ہے اس کی تفصیل مع جائے وقوع وغیرہ وصیت میں تحریر کر کے اس کی بازاری قیمت درج کر دی جائے۔ یہ قیمت موصی کو اپنی مقامی انجمن کے مشورہ سے درج کرنی چاہئے اور علیحدہ کاغذ پر مقامی پریذیڈنٹ کی طرف سے تصدیق بھجوانی چاہئے کہ بازاری ریٹ کے لحاظ سے صحیح قیمت لگائی گئی ہے نیز یہ بھی تصدیق ہو کہ اس کے علاوہ موصی کی کوئی جائیداد نہیں ہے۔

۶: ہر ایک موصی کا فرض ہوگا کہ حسب قواعد اپنی جائیداد غیر منقولہ کی آمد پر چندہ حصہ آمد بشرح چندہ عام ادا کرے ہر موصی کو اپنی جائیداد کے علاوہ اپنی ماہوار آمد پر بھی حصہ وصیت ادا کرنے کا اقرار کرنا چاہئے اور حسب وصیت چندہ حصہ آمد ماہ بماہ ادا کرنا چاہئے۔ نیز ہر موصی کا یہ بھی فرض ہوگا کہ اپنی کُل سالانہ آمدن کی اطلاع ہر سال بمطابق جدول ج صیغہ بہشتی مقبرہ کو بھجوائے۔

۷: حصہ آمد کی ادائیگی بمطابق وصیت تاریخ تحریر/منظوری سے شروع ہوگی۔ خواہ سرٹیفکیٹ بعد میں کسی وقت ملے۔

۸: جو موصی وصیت کا چندہ واجب ہو چکنے کے چھ ماہ بعد تک حصہ آمد ادا نہیں کریگا یا ادائیگی شروع کر کے پھر بند کر دیگا اور دفتر مجلس کارپرداز مصالح قبرستان ربوہ سے معذوری بتا کر اجازت بھی حاصل نہیں کریگا۔ اس کی وصیت قابل منسوخی ہوگی۔

9: صدر انجمن احمدیہ کو یہ اختیار حاصل ہو گا کہ کوئی وصیت منظور کرنے سے انکار کر دے یا بعد منظوری بلاوجہ بتائے منسوخ کر دے اور صدر انجمن احمدیہ کا فیصلہ ہر صورت میں ناطق ہوگا۔

(سیکرٹری مجلس کارپرداز مصالح قبرستان ربوہ ضلع جھنگ)

—— تحریر خاوند بسلسلہ حق مہر ——

میں اپنی بیوی مسماۃ ______ کے حق مہر ______ روپے کا حصہ وصیت صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ کو ادا کرنے کا ذمہ دار ہوں میری اسوقت ماہوار / سالانہ آمد ______ روپے ہے۔

گواہ شد نمبر 1 | العبد:۔ | گواہ شد نمبر 2

نام ______ | نام ______ | نام ______

ولدیت ______ | ولدیت ______ | ولدیت ______

مکمل پتہ ______ | مکمل پتہ ______ | مکمل پتہ ______